اظہار الحق

معروف بہ

مناظرہ مرشد آباد

جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ میں بمقام مرشد آباد فیما بین مقلدین وغیر مقلدین مناظرہ قرار پایا تھا جسکو ثالثوں نے کمال صحت اور احتیاط اور دیانت داری اور ہوشیاری سے قلمبند کیا تھا، جسکو مولانا عبدالحق حقانی نے مرتب کیا، جسمیں مسئلہ تقلید پر سیر حاصل بحث ہے' قارئین کے لئے خوبصورت مرقع ہے

مؤلف
فاضل اجل فخر المفسرین شیخ العلامہ
مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی صاحب دہلویؒ

نظر ثانی وتسہیل
مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب
مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ کراچی

ناشر
مکتبہ طیبہ' علامہ بنوری ٹاؤن' کراچی-۵

الہام الحق

سید محمد ذاکر اللہ علی حنفی

فہرست مضامین مناظرۂ مرشد آباد

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ' اما بعد

اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو جو دین حق عطا فرمایا، اس کو صحیح شکل میں قیامت تک باقی رکھنے کے لئے ہر دور میں علماء کی ایک ایسی پاکیزہ جماعت وجود میں آتی رہی ہے کہ جو دین اسلام کی حفاظت کے لئے ہر وقت کوشاں رہی ہے۔ جو تحریک بھی دین اسلام کے مٹانے کے لئے اٹھی ہے اس کا تعاقب کرنا حق کو باطل سے ممتاز کرنا، باطل کی تمام تر تلبیسات کا سر توڑ مقابلہ کرنا عین ایمان سمجھا، جس کے آثار برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ اسی پاکیزہ جماعت کے افراد میں سے ایک فرد صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانیؒ بھی ہیں، جنہوں نے نہایت پاکیزہ اسلوب بیان کے ساتھ اور ٹھوس براہین اور محکم، تحقیقات عمیق و انیق سے باطل کا مقابلہ کیا، جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ میں بمقام مرشد آباد ہندوستان میں مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان مسئلہ تقلید پر مناظرہ ہوا، جس کو ثالثوں نے کمال صحت اور احتیاط اور دیانت داری اور ہوشیاری سے قلمبند کیا، اہل سنت کی طرف سے مناظر مولانا عبدالحق حقانیؒ اور دیگر علماء کرام تھے اس مناظرہ میں شیخ محمد الدین مالک

اخبار ''الاخیار'' بھی موجود تھے، جنہوں نے اس مناظرہ کی تحریر شدہ روئیداد پر مولانا عبدالحق حقانیؒ سے نظر ثانی کروا کر ۱۳۱۱ھ میں شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحق حقانیؒ کو اس مناظرہ میں فتح عظیم سے سرفراز فرمایا کیونکہ مولانا موصوف کے دلائل و براہین ٹھوس اور مسکت تھے اور مد مقابل کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ مناظرہ کی اہمیت کے پیش نظر اب پہلی بار پاکستان میں خوبصورت دلکش کمپوزنگ کے ساتھ درخواستی کتب خانہ، شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس طبع دوم میں مشکل الفاظ کی تسہیل وتیسیر، وجدید عنوانات ونظر ثانی کے کام کا سہرا ہمارے دوست مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب، مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی نمبر ۵۱ کے سر پہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

محتاج دعا

حیدر علی باچا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد

وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

اما بعد

ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ ہجری میں بمقام مرشد آباد مقلدین و غیر مقلدین مسلمانوں کے دونوں فریق میں مسئلہ تقلید پر نہایت شان و شوکت کے ساتھ مہذبانہ طور پر مناظرہ ہوا، جس کا ذکر ملکِ بنگالہ میں ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔ اور اخبارات کے ذریعہ سے ہندوستان بھر میں اس کا شور وغل ہے۔ اس کی مفصل کیفیت سننے کے لئے لوگ از حد مشتاق ہیں۔ گو اس کی سچی کیفیت لکھنے اور پورے فوٹو کھینچنے کا قصد فرقۂ غیر مقلدین کے جلد بازوں نے بھی کیا اور کچھ لکھا بھی مگر تعصب یا طرف داری نے ان سے یہ کام ہونے نہ دیا۔ اس لئے میں سچی کیفیت لکھتا ہوں۔ سب سے پہلے اخبار شحنۂ ہند نے اپنے اسی جبلی جوش اور سخت گوئی کے قوالب میں ڈھلے ہوئے بدنما عنوانوں کے ساتھ سنے سنائے مضامین، جن میں بہت کچھ اصلی کیفیت سے مخالفت تھی طبع کر کے اپنے اخبار کے خریداروں کے آنسو پونچھے۔ اور غالباً اس جلد بازی کا باعث یہی بات تھی کہ شکست غیر مقلدین کا ہنگامہ تھا۔ حضرت ایڈیٹر صاحب نے ان کے زخمی دلوں پر جلد مرہم رکھ کر مناسب جانا کہ کہیں پھر نہ جائیں، اس کے بعد مولوی محمد سعید صاحب بنارسی نے اس مصلحت کے پیش نظر ایک مستقل رسالہ اس مناظرہ کی کیفیت میں لکھا۔ مولوی محمد سعید صاحب مجلس مناظرہ میں موجود تھے اور مناظر مولوی عبدالعزیز صاحب کو بہت کچھ مدد دیتے تھے اور مناظر صاحب سر جھکا جھکا کر ان سے دریافت بھی کرتے تھے اور مولوی محمد سعید کی بیان کردہ کیفیت بہ نسبت

رسالہ مولوی عبدالعزیز صاحب کے کسی قدر ٹھیک بھی ہے گو سچا فوٹو ان سے بھی نہ کھینچا جا سکا کیونکہ بناری صاحب کی تکذیب خود اسی مجلس کے غیر مقلدین نے کردی خصوصاً مولوی عبدالعزیز صاحب مناظر نے اپنے رسالہ میں اور اخبار[۱] شحنۂ ہند نے کس زور شور سے ان کو دروغ گو ثابت کیا ہے کہ شاید و باید جس کا جواب بناری صاحب نے اپنے پرچہ نصرۃ السنہ نمبر ۸، جلد ۲، بابت ماہ شعبان ۱۳۰۵ ہجری میں کس عاجزانہ پیرایے میں لکھا ہے۔ اس کے بعد خود مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنا داغ ہزیمت مٹانے کے لئے اصلی کیفیت کو چھوڑ کر گھر میں اطمینان سے بیٹھ کر خوب سوچ کر بلکہ احباب سے مشورہ کر کے ایک نیا من گھڑت مناظرہ قائم کیا اور کچھ کچھ باتیں اصلی مناظرہ کی لے کر اور وہ لاجواب باتیں چھوڑ کر، جن کا حضرت سے اس وقت وہاں جواب نہ بن آیا تھا بلکہ گھر میں جا کر ایک رسالہ چھاپا جس کا نام روئداد مناظرۂ مرشد آباد ہے۔ اس کی تکذیب کے لئے مولوی محمد سعید بناری کا پرچہ نصرۃ السنہ کافی وافی ہے جس کا جی چاہے منگا کر دیکھ لے۔

مولوی عبدالعزیز غیر مقلد کی بددیانتی:

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اول تو مقلدین کی ان تقریروں کو بالکل چھوڑ دیا جن میں تقلید کا ثبوت اس لطف کے ساتھ کیا گیا تھا کہ مجلس میں واہ واہ کا نعرہ بلند ہو گیا اور اس وقت غیر مقلدین کے چہرے دیکھنے کے قابل تھے اور رسوائی کی ہوائیں چہروں پر اڑتی تھیں، اور کسی قدر مقسط دلائل کو کسی کا سر اور کسی کا پاؤں توڑ موڑ کر بدنما بنا کر پھر نہایت بے ترتیبی سے مرتب کیا، جس کی غرض یہ تھی کہ حق بات کا حسن بگڑ جائے۔ اور یہ معمولی بات ہے کہ کسی کی نہایت پر اثر گفتگو کے بے سروپا ٹکڑے نقل کر کے ان کے جواب دینے سے

---

[۱] دیکھو ضمیمہ شحنۂ ہند مطبوعہ ۸ رجون ۱۸۸۸ء۔

ہزیمت خوردہ شخص کا دور دراز کے لوگوں کے لئے جو جلسہ میں موجود نہ تھے، ان کے سامنے ان کی ذلت ورسوائی کا دھبہ اٹھ جائے۔

مگر زندہ دل خدا ترسوں کے نزدیک جو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ایک روز ہمیں رب العالمین کے پاس جانا ہے یہ بات نہایت مکروہ اور نہایت ناپسندیدہ ہے سچے لوگ اقرار کردینے کو اپنا کمال اور سعادت روحانی سمجھا کرتے ہیں جس سے ان کے کمال میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا بلکہ خوبی بڑھ جاتی ہے۔

مولوی عبدالعزیز کی غلط بیانی:

مولوی عبدالعزیز صاحب کی غلط بیانی اور ملمع کاری کے لئے دو گواہ عدالت انصاف میں پیش کرتا ہوں اور پھر عدالت انصاف کیا فیصلہ کرتی ہے اس کو دکھاتا ہوں

گواہ اول: مولوی محمد سعید بنارسی صاحب ہیں جو اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور فرقۂ غیر مقلدین کے سرکردہ مولوی ہیں جو اس بحث کے لئے بلائے گئے تھے یا از خود آئے تھے۔ مولوی سعید صاحب اپنے پرچہ نصرۃ السنہ نمبر ۸، جلد ۲، بابت شعبان ۱۳۰۵ھ کے صفحہ: ۸ میں اقرار کرتے ہیں قولہ آپ کی کیفیت غیر منضبط ہے ہماری منضبط۔ وقولہ تحریر منضبط ہماری ہے نہ آپ کی[1] کیونکہ آپ نے باوجود مناظر ہونے کے ان کے چند دلائل اجوبہ کو چھوڑ دیا۔

پھر صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں قولہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جس کو ہماری اس بات میں شک ہو کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی کیفیت میں دلائل مخالفین کو چھوڑ دیا ہے وہ یا تو مولوی عبدالحق وغیرہ سے خط لکھ کر دریافت کرلے یا بابو بیکنٹھ ثالث سے یا مسودہ مولوی

---

[1] آپ کی سے مراد مولوی عبدالعزیز صاحب ہیں اسی سے آپ باتیں کر رہے ہیں۔

عبدالعزیز صاحب کا دیکھ لے۔اور کئی جگہ بنارسی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے مقلدین کے نہ دلائل ذکر کیئے نہ ان کے جواب دیئے، پھر جس روئداد کا یہ حال ہو اس سے اس مناظرہ کی حالت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے؟ اب رہی یہ بات کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے ایسی جھوٹی کیفیت باوجود اہل علم ہونے کے کیونکر طبع کی ہوگی؟ اس بات کا جواب مولوی محمد سعید صاحب بنارسی ہی خود دے سکتے ہیں ان سے پوچھو کیونکہ بنارسی صاحب نصرۃ السنہ کے اسی پرچہ کے صفحہ ۲۴ میں مولوی عبدالعزیز صاحب سے فرماتے ہیں قولہ آپ کی عادت جھوٹ لکھنے کی بہت ہے کیا کریں آپ اپنی عادت جبلی سے مجبور ہیں۔ اس کے سواء اور اندرونہ حالات مولوی عبدالعزیز صاحب کے لکھ کر بتایا ہے کہ مولوی صاحب جھوٹے اور حیلہ ساز ہیں ہم ان باتوں کا لکھنا اور ذاتیات سے بحث کرنا مناسب نہیں جانتے بنارسی صاحب جانیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب۔

دوسرا گواہ: ثالثوں کے پاس کے وہ اصلی کاغذات ہیں جن میں یہ بحث لفظ با لفظ درج ہے۔ اس کے بھی روئداد مذکور سراسر خلاف ہے۔

تیسرا گواہ: اس جلسے کے صدہا بلکہ ہزارہا بنی آدم اب تک موجود ہیں جن میں غیر مذہب کے ثالث اور عیسائی بھی ہیں ان سے حلف دے کر دریافت کیا جائے۔

چوتھا گواہ: خود مولوی عبدالعزیز صاحب کا رسالہ ہے اس کے اخیر میں مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب آروی جو مجلس میں موجود تھے دبے الفاظ میں فرماتے ہیں:

"قولہ تطویل کی نظر سے کچھ مضامین نظر انداز بھی ہوگئے۔

ہاں حضرت تطویل کی نظر سے کارآمد مباحث کہ جنہوں نے مجلس کو بے چین کر دیا اور مقابل سے جواب نہ بن آیا اور ہر ایک شخص بول

الحاکہ مقلدین بازی لے گئے پس انداز بھی کردیے جاتے ہیں؟ اللہ سے ڈرو آخر ایک روز مرنا ہے۔ اور بنگالے کے ان لوگوں سے بھی شرماؤ کہ جو مجلس مناظرہ میں موجود تھے جن کے روبرو یہ سارا منظر ہوا اور میدان میں کیسے پاؤں اکھڑے تھے؟''

فیصلہ:

یہ روئداد صحیح نہیں۔ اور جب گھر بیٹھ کر بھی مولوی عبدالعزیز صاحب سے جواب نہ بن آیا اور اسی لئے ان لاجواب باتوں کو رسالہ میں ذکر ہی نہیں کیا تو مجلس مناظرہ میں کیا کیفیت ہوئی ہوگی؟ اور جب وہ باتیں از طرف مقلدین وہاں پیش ہوئیں اور پیش ہونے کا ثبوت کاغذات فیصلہ اور شہادت اہل مجلس سے بخوبی ثابت ہے تو پھر جواب نہ دینا صاف اقرار ہے کہ دعوئی وجوب تقلید ثابت ہوگیا کسی پنچ کے فیصلہ لکھنے کی بھی حاجت نہیں رہی۔ خیر اگر جب جواب نہ آیا تو اب جواب دیجئے۔

اب ہم مناظرہ کی پوری کیفیت درج کرتے ہیں، مگر متعصب ضد کرنے والے سے یہ امید نہیں کہ وہ اس کو سن کر بھی حق کی طرف رجوع کرے۔

کیفیت مناظرۂ مرشد آباد:

اس ملک ہندوستان میں سیکڑوں برس تک شاہان اسلام حکومت کرتے رہے اور جس طرح دنیاوی تدابیر کے محکمہ جات اور مجلسیں انتظام کرنے والیاں تھیں اور ان کے صدر مجلس مدار المہام و وزیر مطلق وغیرہ القاب سے ممتاز تھے اسی طرح دینیات کے ابواب بھی ایک خاص مجلس کے متعلق رہتے تھے جو بیشتر علماء وفضلاء کی مجلس ہوتی تھی اور جس کا صدر

مجلس شیخ الاسلام کہلاتا تھا۔ پھر جب سے سلطنت اسلامیہ مسلمانوں کی شامت اعمال سے ایک نئی قوم دور دراز ملکوں کے باشندوں کو دی گئی (یعنی انگریزوں کو) توانہوں نے تدابیر مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس میں نئی نئی اصلاحیں کیں اور جہاں بانی اور جہانداری کے اصول کو خوب مانجھا مگر مسلمانوں کے دینیات سے ان کو کیا غرض تھی جو کسی مجلس علماء کے ذریعے سے اس کا اہتمام کرتے ہاں اپنے مذہب کے اہتمام کے لئے ضرور پادریوں کی جماعت قائم کی جس کے صدر لاٹ پادری یا بشب ہوتے ہیں۔ اب ایک تو اسلامی سرپرستی کے اٹھ جانے سے علم و علماء کی کمی ہوتی گئی دوسرے افلاس و باہمی عداوت کی مصیبت نے بھی سیاہ بادلوں کی طرح سے آگھیرا تیسرے جونئی سلطنت کی وجہ سے نئے نئے علوم وفنون کا رواج اور اس کے نتائج آزادی والحاد وزندقہ وشہوت پرستی و بدکاری کی وبا پھیلی۔ عبادت و ریاضت زہد وتقویٰ انسانی مروت و موّدت بزرگوں کا ادب و قاعدہ ایک پرانی جہالت و عیب ہوگیا جس پر نئے تہذیب کے نوجوان جنٹلمین قہقہا لگایا کرتے ہیں۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ رہا جس کے جو دل میں آیا کہہ دیا لکھ مارا کھڑے ہوکر سپیکر بن کر کہہ دیا۔ وہ لوگ بھی کہ جن کو عربی عبارت لکھنی تو کیا بولنے کا بھی سلیقہ نہیں رموز قرآنیہ وعلوم اسلامیہ تک رسائی تو کیا نام سے بھی واقف نہیں دین متین کی اصلاح اور اس کی چھٹائی کرنے کا دم مارنے لگے۔ ہر ایک بوالفضول کے دماغ میں ریفارمری و مجددیت کا خیال خام پختہ ہونے لگا پھر کیا تھا ہر طرف سے افراتفری مچ گئی، سیکڑوں مذہب جدید اور ہزاروں ریفارمر حشرات الارض کی طرح نکل پڑے۔ کسی نے فرشتوں پر ہاتھ صاف کیا، کسی نے جنت و دوزخ کو باطل ٹھہرایا، کسی نے معجزات و خوارق عادات میں کلام کیا، کسی نے حلت وحرمت طہارت و نجاست صوم وصلوٰۃ کو اڑا کر لنڈ منڈ نیا اسلام بنا کر دکھایا اور اسی کا نام عین اسلام رکھا، کسی

نے سود کی اباحت میں زور مارا، کسی نے سفرجج کو بے کار بنایا، کسی نے قدماء اسلام وعلوم اسلامیہ پر قہقہا اڑایا۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ پچھلی صدیوں میں لوگوں کے رسم و رواج اور خود تراشیدہ خیالات بھی مذہب اسلام میں ملائے گئے اور نئی قلعی چڑھائی گئی جس کی اصلاح اور زوائد کی کاٹ چھانٹ کے لئے علماء کرام اٹھے اور انہوں نے اسلام کو گرد وغبار زوائد سے پاک کر کے اصلی اسلام بتانے میں بڑی کوشش کی مگر انہیں کے نام لیوا لوگوں میں سے کم علمی وبئی آزادی کے سبب ایسے بھی لوگ نکل پڑے کہ جنہوں نے اسلام کے اصلی اعضاء ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور وہ جو ہزار گیارہ سو برس سے اختلافی مسائل کی بابت علماء دین کا بڑی بحثوں اور تحقیقوں کے بعد ایک فیصلہ ہو کر اتفاق و اجماع ہو گیا تھا کہ جس پر ہزاروں علماء محدثین ومفسرین و اولیاء کرام چلے آتے تھے اس میں پھوٹ ڈالنے کا پورا ارادہ کرلیا اور پھوٹ ڈال دی۔

مولوی نذیر حسین اور مسئلہ تقلید کا انکار:

چنانچہ بعد غدر کے دہلی سے جب علماء کرام چل بسے اور میدان خالی ہو کر مولوی نذیر حسین صاحب رہ گئے اور فن حدیث شریف کی پڑھائی اس شہر میں انہیں پر منتہی ہوئی اور دور دراز ملکوں کے طلباء آنے لگے تو مولوی صاحب کے آزادنہ خیالات نے ایک آفت برپا کردی۔ سب جھگڑوں کی جڑ اور اتفاق کو بے اتفاقی میں بدلنے کا سبب، مسئلہ تقلید کا انکار ان کے ہاتھ میں آیا۔ پھر تو ان کے شاگردان سے بھی آگے بڑھ گئے اور سیکڑوں رسالے تقلید کے شرک اور حرام ہونے میں لکھے گئے اور اس بات پر زور دیا گیا کہ اجتہاد واستنباط شرع شریف میں کوئی چیز نہیں مجتہدین وائمہ کرام نے جو علوم دینیہ کا سرچشمہ تھے قرآن واحادیث

واقوال صحابہ وتابعین سے انتخاب کر کے عملی مسائل کو جداگانہ مرتب کر کے فقہ نام رکھا ہے وہ سب ہیچ اور بے معنیٰ ہے بلکہ اس کی پابندی شرک ہے، شافعیؒ حنبلیؒ حنفیؒ مالکیؒ کہلانا حرام ہے جس کا دل چاہے خود مسائل میں چھان بین کر لے۔ یہ فساد ہندوستان کے ہر قطعہ میں پہنچا اور سب سے اول ملک بنگالہ میں بہتا ہوا گیا اور وہاں صدہا گھروں اور شہروں کو غرقاب کر دیا۔ آئے دن بحث اور ہر جگہ تکرار جوتیوں سے لڑائی دنگا فساد شروع ہوا۔

مولوی ابراہیم غیر مقلد اور مولانا عبدالحق کا باہم مناظرہ شروع ہوا:

چنانچہ ۱۳۰۵ ہجری میں مولوی ابراہیم صاحب غیر مقلد اور مولانا عبدالحق صاحب مقلد کا باہم مناظرہ شروع ہوا۔ یہ دونوں صاحب بنگالے شریف کے رہنے والے ہیں۔ اور کچھ بحث کے بعد عمائد و رؤساء بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔

گورا بازار کا مناظرہ اور معاونین کے اسماء:

اور یہ بات طے ہوئی کہ اچھی طرح اس مسئلہ میں بحث ہو کہ جو بات حق ہے وہ ظاہر ہو جائے اور یہ مناظرہ بمقام گورا بازار ہو، (یہ جگہ مرشد آباد کی چھاؤنی یا انگریزی حکام کا مسکن ہے) مولانا عبدالحق صاحب کی اعانت کے لئے مولوی لطف الرحمٰن صاحب مدرس مدرسۂ عالیۂ کلکتہ۔ و مولوی احسان علی صاحب و مولوی سعدالدین صاحب آئے اور اس طرف کے رؤساء بھی ساتھ آئے خصوصاً جناب راجہ ظل الرحمٰن صاحب رئیس طالب پور بھی مع عملہ و احباب تشریف لائے اور یہی صاحب اس طرف سے بڑے حامی اور پیروکار تھے اور اس نواح کے رؤساء میں یہ بڑے معزز اور زندہ دل بھی ہیں گورہ بازار میں ان کی کوٹھی ہے اور رؤساء بھی جن میں سے مولوی حفاظت اللہ صاحب اور مولوی کرامت اللہ صاحب و شاہ نظم الدین ابوالحسن صاحب و مولوی محی الدین صاحب و مولوی مہدی حسن صاحب ہیں

یہ سب حضرات اپنی اپنی قیام گاہوں میں آٹھہرے اور کلکتہ سے مولوی محمد عارف صاحب بھی مع بعض احباب کے تشریف لائے (یہ حضرت ولایتی ہیں مگر بڑے مستعد اور پکے حنفی اور ناخداؤں کے مدرسہ کے مدرس)۔

فرقۂ غیر مقلدین کے معاون اشخاص کے نام:

اب دوسری طرف کی بھیڑ بھاڑ سنئے۔ فرقۂ غیر مقلدین کے اشخاص اس نواح میں اکثر کم رتبہ لوگ ہیں مگر ان سب کے امیر المؤمنین میاں عماد الدین صاحب منڈل [۱] تھے صدقات و زکوٰۃ کا فنڈ انہیں کے ہاتھ میں رہتا ہے ان کی اور مولوی ابراہیم صاحب کی تحریک سے مولوی محمد سعید صاحب بنارسی اور مولوی عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری، مولوی رحیم بخش صاحب پنجابی واعظ ساکن کلکتہ، مولوی ابراہیم صاحب ساکن آرا، مولوی اسحٰق صاحب ساکن رحمت پور، مولوی نجم الدین صاحب مرزا پوری، مولوی حفاظت اللہ صاحب ساکن بگین باٹی، مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن رحمت پور، مولوی محمد صاحب ساکن منگل کوٹ متصل بردوان، مولوی خدا بخش صاحب وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے گتکا باز اور جنگ آزمودہ تخمیناً بتیس (۳۲) مولوی صاحب تشریف لے آئے اور گورہ بازار میں ایک طرف ان کا بھی ڈیرا خیمہ قائم ہوا یا یوں کہو اپنی قیام گاہ میں آئے جو ایک کوٹھی اسی لئے کرایہ پر لی گئی تھی۔ مولوی نذیر حسین صاحب کو بھی خبر دی گئی اور تار دوڑے مگر ان لوگوں نے کہہ دیا کہ میاں صاحب مناظرہ کے قابل نہیں ہیں ان کے اجلۂ تلامذہ میں اب اور کون ہے جو رہ گیا ہے (لفظت مکۃ اکبادھا)۔

---

[۱] منڈل اس نواح میں ایک نومسلم اور کاشتکار قوم ہے جو یہاں کے عمائد و شرفاء کے نزدیک بمنزلہ رعایا و خدمتگاروں کے خیال کی جاتی ہے۔

میدان مناظرہ:

اور اس بحث کے لئے ایک وسیع میدان میں جو دریائے گنگ کے کنارہ پر دلکش جگہ ہے اور جہاں عدالتیں ہیں باجازت حکام ایک وسیع شامیانہ نصب کیا گیا اور اس کے ایک گوشہ میں بانسوں کا چوکھٹا باندھ کر ثالثوں کے لئے جدا کمرہ سا بنایا گیا تھا۔ اور بیچ میں بانس باندھ کر اس شامیانہ کے دو قطعے کردئے گئے چھوٹا قطعہ شرقی سمت کا فرقۂ غیر مقلدین کے لئے اور بڑا ٹکڑا غربی سمت کا اہل سنت والجماعت کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ فرقۂ اہل سنت میں اکثر عمائد و رؤساء بیٹھتے تھے اس لئے اس ٹکڑے میں قالین اور سوزنیون کا عمدہ فرش بھی تھا اور گاؤ تکیے بھی لگے ہوئے تھے اور مقابلے کے ٹکڑے میں صرف ٹوٹی پھوٹی دریوں کا فرش تھا۔ بنگالہ کے اکثر غیر مقلدین دیہاتی ادھر آکر بیٹھتے تھے جو مناظرہ سننے کے لئے منزلوں سے چاول اور مچھلیاں باندھ کر لائے تھے۔ اُدھر سے اور اِدھر سے اول ایک ایک کتابوں کی بڑی لمبی اور اونچی باڑ چنی جاتی تھی (فریقین کے پاس کتابوں کا بڑا سرمایہ تھا) اس کے بعد فریقین کے علماء و عمائد کی صف ہوتی تھی اور پھر اور لوگ۔

اور تخمیناً پانچ چھ ہزار آدمی شامیانہ کے نیچے بیٹھتے تھے اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں اس کے اردگرد کھڑے اور بیٹھے ہوتے تھے اور پولس کا انتظام تھا اور اس کے حکام اور بعض دیگر حکام بھی تشریف لاتے تھے۔ ایک میلہ ہوتا تھا مگر چپ چاپ کوئی شور وغل نہ تھا۔ کتابوں کی وجہ سے ثالث صاحبوں کے لئے بھی کرسیاں نہیں دی جاتی تھیں وہ بھی اسی کمرہ میں فرش پر بیٹھتے تھے اور رینگ بکس بعض کے آگے لکھنے کے لئے رکھے ہوتے تھے۔

مجلس ثالثوں کا جانبین سے انتخاب:

اس مجلس کے دو صدر انجمن مقرر ہوئے تھے اہل سنت والجماعت کی طرف سے منشی عنایت اللہ صاحب مختار، دوسری طرف سے میاں عماد الدین صاحب منڈل ان دونوں صاحبوں کے اتفاق سے غیر مذہب کے نو شخص وکلاء عدالت وغیرہ انگریزی داں بڑے بڑے لائق شخص ثالث مقرر کئے گئے تھے۔ بیکنٹھ بابو صاحب، موتی بابو صاحب، گوپال بابو صاحب، شوشی بابو صاحب وغیرہم۔ اور یہ بات طے کی گئی تھی کہ جس کو ثالث صاحب ڈگری دیں وہ حق پر ہے۔ مدعی کھڑا ہو کر اپنے دلائل ثالثوں کے روبرو اتنی دیر تک جو اس کو وقت دیا جائے بیان کرے۔ اور پھر مخالف کو اس کے رد کرنے کا وقت دیا جائے وہ بھی کھڑا ہو کر ثالثوں کو مخاطب کر کے جہاں تک ہو سکے رد کرے۔ اور سواء دونوں شخصوں کے درمیان اور کوئی کلام نہ کرے مدد دے تو لکھ کر دکھاوے یا آہستہ اس کے کان میں کہہ دے۔ اور اسی طرح ان دونوں شخصوں میں سے بھی ایک دوسرے کے وقت میں کلام کرنے کا مجاز نہ تھا ہاں ثالثوں کو اختیار تھا کہ فریقین کے مناظروں سے ان کے اثناء تقریر میں کوئی بات پوچھیں چنانچہ وہ پوچھتے بھی تھے۔ اور جو گفتگو ہر فریق کا مناظر کرتا تھا اس کو ثالث صاحب بھی اور فریقین کے لوگ بھی لکھتے جاتے تھے اور بعض شوقین بھی لکھتے تھے جہاں تک میرا گمان ہے کہ ہر ایک کے بیان پر آٹھ نو قلم اٹھتے تھے۔ اور مناظر جب اپنے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ دیتا تھا تو ثالث صاحب اس کا صفحہ اور باب بھی دریافت کر لیتے تھے اور اگر قرآن مجید کی آیت کا حوالہ ہوتا تھا تو اس کے ترجمہ میں بھی دیکھ لیتے تھے سیل وغیرہ کے انگریزی ترجمے موجود تھے۔ آخر گفتگو شروع ہوئی۔

وجوب تقلید شخصی کے مناظرہ ہونا طے پایا:

اِدھر اُدھر کے ابحاث کے بعد یہی بات قرار پائی کہ وجوب تقلید شخصی میں بحث ہونی چاہئے فریق غیر مقلد میں سے مولوی عبدالعزیز صاحب گفتگو کے لئے متعین ہوئے جو فرقۂ مذکور میں زبان زور اور گویا شخص ہیں اور ایسے مباحث میں مشاق ہیں اگرچہ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی بھی ان سے کسی بات میں کم نہیں بلکہ گویائی[۱] میں بڑھے ہوئے ہیں جانے کس لئے منتخب نہ ہوئے اس مصلحت کو انہیں کی جماعت نے جان لیا ہوگا۔

---

[۱] یعنی سخت گوئی میں بڑے مشاق ہیں۔

آغازِ مناظرہ:

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی چرب زبانی سے اس کا بیچارے مقلدین ہی پر بار ثبوت ڈال کر آسان منصب یعنی انکار کر دینا اپنے لئے حاصل کیا۔ **دعویٰ از جانب اہل سنت:** مقلدین یعنی اہل سنت والجماعت کی طرف سے یہ دعویٰ لکھ کر پیش کیا گیا (تقلید شخصی اہل سنت والجماعت کے نزدیک واجب ہے)۔ **جواب دعویٰ از جانب غیر مقلدین:** فرقۂ غیر مقلدین نے خوب سوچ کر اور باہم مشورہ کر کے یہ جواب دعویٰ لکھوادیا (تقلید شخصی کسی دلیل یعنی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں)۔ **سوال از جانب اہل سنت:** مولوی رحیم بخش صاحب نے پوچھا یہ تو فرمایئے کہ تقلید شخصی اقسام ستہ شرعیہ میں سے کس قسم میں داخل ہے فرض، واجب، مندوب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی یا مباح بھی ہے؟ **جواب از جانب غیر مقلدین:** مولوی عبدالعزیز صاحب نے یہ دیا کہ جب ہم کہہ چکے ہیں کہ شرع سے اس کا ثبوت ہی نہیں تو پھر ہم سے کیا پوچھتے ہو کہ یہ کس قسم میں داخل ہے؟ یعنی یہ کسی قسم میں داخل نہیں مقسم کے تحت ہی میں نہیں اس لئے یہ سوال لغو اور بے کار ہے۔ **جواب از جانب اہل سنت:** یہ عجیب جواب ہے۔ کیا یہ افعال مکلفین میں داخل ہی نہیں؟ اور اگر داخل ہے تو ضرور کسی نہ کسی قسم میں داخل ہے۔ **جواب از جانب غیر مقلدین:** مولوی عبدالعزیز صاحب نے سکوت اختیار کیا اور ان کی طرف سے اور لوگ بھی بولنے لگے کسی نے کہہ دیا کہ چلو افعال مکلفین میں داخل ہی نہیں اس سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے؟ کیونکہ تقلید ایک قسم کا علم ہے نہ عمل۔ **جواب از جانب اہل سنت**

والجماعت: حضرت سلامت ما نحن فیہ میں کیا مراد ہے؟ آپ کو یہ خبر نہیں کہ عمل سے مراد خالص عمل بالجوارح نہیں بلکہ عموم مراد ہے اور ایسے علوم کہ جو کسی عمل کا ذریعہ محض ہوں عمل ہی شمار ہوا کرتے ہیں اور اس کو بھی جانے دو تقلید کی جو تعریف کی گئی ہے اس میں اتباع بقول الغیر من غیر حجۃ شرعیۃ آیا ہے پھر اتباع کیا ہے کیا یہ مکلّف کا کوئی بھی فعل نہیں؟ غیر مقلد مولوی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ گڑبڑ مچادی، اس گفتگو میں مولوی محمد عارف صاحب و مولوی لطف الرحمٰن صاحب بھی شریک تھے اور وقت بہت بے کار صرف ہوگیا۔ اس کے بعد یہ طے ہوا کہ مقلدین سوالات کر کے بات کو پس پشت نہ ڈالیں بلکہ اپنے دعوے کا قرآن واحادیث سے ثبوت پیش کریں اس لئے کہ فریق مخالف اس کا منکر ہے۔

دلیل اول منجانب اہل سنت:

اس لئے اہل سنت کی طرف سے اول یہ دلیل پیش ہوئی "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن" ہنوز آیت کا ترجمہ ہی ہونے پایا تھا کہ ثالثوں نے کہہ دیا گیارہ بج گئے اگلے روز یہ دلیل پوری سنی جائے گی۔ اور اس عرصہ میں اہل سنت کی طرف سے کسی نے بہ آواز بلند پکار دیا کہ جس چیز کا ہم نے دعویٰ کیا تھا اس کو قرآن مجید سے ثابت کردیا۔ اس پر مولوی عبدالعزیز صاحب نے ایک ثالث کی طرف مخاطب ہوکر کہا کیا آپ نے سنا؟ کیا دعویٰ ثابت کردیا گیا؟ بیکٹھ بابو صاحب نے کہا کہ ہنوز دلیل پوری بیان نہیں کی گئی ابھی ثبوت و عدم ثبوت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مجلس اول برخاست ہوئی۔

دوسرا اجلاس

اہل سنت کے عالم مولانا محمد عارف صاحب کی گفتگو:

اگلے روز پھر لوگ جمع ہوئے اور ثالث اور فریقین بھی آئے اور رؤساء بھی آکر بیٹھے، مولوی محمد عارف صاحب نے اول تو مجلس کے اہتمام کی تعریف کی پھر لوگوں کو کہا سنو اور اگر زیادہ دن لگیں تو اپنے کاموں کے حرج کو اس دینی کام کے مقابلے میں کچھ خاطر میں نہ لاؤ تقریر مفصل تھی پھر آیت مذکورہ کی طرف رجوع کے لئے فرمایا کہ تعمیم آیت صاف صاف کہہ رہی ہے کہ جب کوئی بات معلوم نہ ہو تو علم والے سے پوچھو مجتہد اس مسئلہ میں کہ جس کو ہم بظاہر قرآن و احادیث میں نہیں پاتے بہ نسبت اس غیر مجتہد کے عالم ہے اور وہ جاہل ہے اس کو ضرور اس سے پوچھ کر عمل کرنا چاہئے۔

اور اس کے سواء دوسری بات یہ ہے کہ حرمین شریفین ایسے مقامات متبرکہ ہیں کہ وہیں سے دین نکلا اور آخر سمٹ کر وہیں جائے گا۔ اب دیکھو تقلید کے بارہ میں سیکڑوں برسوں سے نہ صرف عوام بلکہ وہاں کے خواص بلکہ اخص الخواص علماء و محدثین و مفسرین کا کیا عمل ہے؟ وہ ائمہ اربعہ میں سے ایک نہ ایک کی ضرور اجتہادی مسائل میں تقلید کرتے ہیں اگر یہ تقلید کوئی بری چیز اور باعث گمراہی ہوتی تو وہاں کے خواص اس میں مبتلا نہ ہوتے جن میں بڑے بڑے علماء و اولیاء گزرے ہیں۔

مولوی ابراہیم غیر مقلد کی طرف سے جواب:

اس کے بعد مولوی ابراہیم صاحب غیر مقلد کھڑے ہوئے اور کہا ملّا صاحب نے مجلس کے بارے میں جو کچھ فرمایا میں بھی متفق ہوں، اور اہل حرمین کا اتباع ہم پر فرض

نہیں، مگر مجلس میں ان کی تقریر پر اثر نہ تھی اس لئے مولوی عبدالعزیز صاحب کھڑے ہوئے اور ایک آدھا پہلے تو شعر پھٹکارا جیسا کہ حضرت کی عادت ہے پھر داڑھی اور مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھا اور ذرا دونوں اگلے دانت نکال کر تبسم سا کیا جس سے اہل مجلس خصوصاً عوام کو یہ ثابت ہوا کہ مولوی صاحب ملاّ صاحب کے مضمون پر مضحکہ اڑاتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِدھر ملاّ صاحب کے اہل زبان نہ ہونے سے خوش بیانی کا نہ ہونا اُدھر مولوی صاحب کا کھڑے ہوتے ہی شعر پڑھنا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر منہ بنانا ایک خاص اثر عوام کے دل پر کر گیا انہوں نے سمجھ لیا کہ مولوی صاحب غالب آئے اور روساء اہل سنت کو بھی ناگوار گزرا خصوصاً جب کہ ان کے مرید یا مقلد ننگ سروں سیاہ فام جماعت نے اظہار مسرت کیا، ہنسے اور نعرہ بلند کیا۔

اس کے بعد فرمایا امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں رہتے تھے اور ان کے زمانے میں امام مالک مدینہ کے امام تھے کیونکہ [۱] وہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے امام ابوحنیفہ کا خلاف [۲] کیا اور ۱۵۰ھ میں امام شافعی پیدا ہوئے وہ اہل مکہ کے امام تھے انہوں نے بھی امام ابوحنیفہ کا خلاف کیا پس ان کی پیروی کرنا اور مذہب حنفی اختیار کرنا حرمین کے خلاف کرنا ہے اور بھی اسی قسم کی خارج از مبحث گفتگو کی اور تمسخر کرنے شروع

---

[۱] سبحان اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہونا امام ہونے کی کیا ہی عمدہ وجہ ہے جس کو مولوی صاحب نے کیونکہ کے ساتھ بیان فرمایا۔

[۲] اول تو ملاّ صاحب نے امام ابوحنیفہ کی بالخصوص تقلید سب پر واجب نہیں کی تھی جس کے جواب میں مولوی صاحب نے باہمی خلاف کا ذکر کیا تقلید شخصی میں کلام تھا ان ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو، سو اس کا ثبوت خود مولوی صاحب کے بیان سے ہو رہا ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اہل مدینہ کے امام تھے اور امام شافعی اہل مکہ کے امامت صغریٰ یا کبریٰ دونوں ان کو حاصل نہ تھیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کئے اور وقت تمام کر دیا۔

اس عرصہ میں جناب مولانا مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب بھی مع بعض تلامذہ، مولوی شیر علی صاحب و مولوی مہدی حسن صاحب وغیرہ تشریف لے آئے ان کو تار دے کر جونپور سے بلایا گیا تھا۔ پھر تیسرے جلسے میں یہ بھی شریک تھے۔ اس عرصہ میں شاید ایک دو روز جلسہ کسی تعطیل وغیرہ کی وجہ سے ملتوی بھی رہا۔

تیسرا اجلاس

مولانا ممدوح کے تشریف لانے سے اور بھی جلسہ بڑی دھوم سے ہوا۔ دلیل اول: مولوی کریم بخش صاحب از طرف اہل سنت والجماعت دلائل بیان کرنے کو کھڑے ہوئے، اور دلائل کی ترتیب دے کر اسی آیت کریمہ ''فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن'' کی تقریر شروع کی کیونکہ ملاّ محمد عارف صاحب ولایتی ہیں اردو زبان میں ملکہ تامہ نہیں رکھتے، اس لئے حسب دلخواہ اس کا بیان نہیں ہوا تھا۔ مولوی کریم بخش صاحب نے اس کی تقریر شروع کی اور تھوڑی دیر بیان کرنے کے بعد مولوی شیر علی صاحب اس کے تمام کرنے کو کھڑے ہوئے اور جو کچھ تقریر لکھ کر لائے تھے اس کو زبانی ادا کیا اور بہت عمدگی کے ساتھ ائمۂ مجتہدین کا ''اہل الذکر'' ہونا اور غیر مجتہد کا ''لا تعلمون'' میں داخل ہونا بیان

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) پھر امامت کے کیا معنی؟ یہی کہ لوگ ان کے فتویٰ یا قول پر عمل کرتے تھے اور یہی تقلید ہے رہا باہم ائمہ کا اختلاف سو وہ ضروری بات ہے اس لئے کہ امام یعنی مجتہد کی تقلید غیر مجتہد پر واجب ہے نہ کہ خود دوسرے مجتہد پر پھر ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد و رائے و تفہیم میں مختار تھا خواہ وہ اجتہاد خلاف معلوم ہو یا خلاف نہ ہو۔ مولوی صاحب سے کس نے کہہ دیا کہ تمام جہان پر امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے؟ آگے چلو مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب دہلی سے آکر آپ کے اس بیان پر کیسی خبر لیتے ہیں۔

کیا۔ چونکہ پہلے جلسوں میں فرقۂ غیر مقلدین کے لوگ کچھ کچھ مناظر کی تائید میں دخل در معقولات کی سنت قائم کر چکے تھے اس لئے آج کے جلسے میں مولوی شیر علی صاحب کو بھی اس طرف سے کچھ کچھ مدد دی گئی جس پر مولوی عبدالعزیز صاحب بڑے ناراض ہوئے اور ثالثوں سے فریاد کرنی شروع کی کہ دیکھئے خلاف شرط یہ اور لوگ بیچ میں کیوں بولتے ہیں؟ اس طرف سے جواب دیا گیا کہ خود آپ کی طرف سے کئی بار ایسا ہو چکا ہے پھر اب شکایت کیا ہے؟ مگر ثالثوں نے اور شخصوں کے مدد دینے کو منع کر دیا، اس کے بعد پھر کسی نے بھی لب کشائی نہیں کی۔

تقریر تمام ہونے کے بعد کہا گیا کہ اور بھی دلائل ہیں مگر اس کا جواب دے لو تا کہ ہم پھر اور دلیل پیش کریں۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے کہا تم سب دلائل ایک بار بیان کر لو میں سب کا ایک ہی بار جواب دے دوں گا۔ اس میں کسی قدر قیل و قال ہوئی، آخر ثالثوں نے حکم دے دیا کہ اچھا اس کا جواب دے لو۔ مولوی عبدالعزیز صاحب داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسی طرح سے منہ بناتے ہوئے اٹھے اور اٹھ کر یہ شعر پڑھا:

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر

اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

(مولوی صاحب نے یہ رسالۂ پیام یار کے سرلوح پر کہیں یہ شعر دیکھ پایا تھا جو ابتداء کلام میں بجائے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بار بار اسی کو پڑھا کرتے تھے، اور گو پڑھنے میں شعر کے کہیں دُم بڑھ جاتی تھی کبھی کان آگے نکل جاتے تھے، جس پر موزوں طبع حضار مجلس کے بے اختیار ہنسی آتی تھی) یہ وہ جواب نقل کرتا ہوں جو مولوی عبدالعزیز صاحب نے گھر میں بیٹھ کر رسالہ میں سوچ ساچ لکھ دیا ہے، ورنہ وہاں تو بہت بے تکی ہانکی تھی۔

مولوی عبدالعزیز کی لب کشائی:

ہمارے مخاطبین معززین کا دعویٰ بایں الفاظ ہے (اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید شخصی واجب ہے، اس دعوے میں ان لوگوں نے اپنا لقب و مذہبی نام) اہل سنت و جماعت کہا ہے، یہ نام، یہ لقب تین لفظ سے مرکب ہے: (۱) اہل، (۲) سنت، (۳) جماعت۔ اہل کا ترجمہ والا، سنت کے معنیٰ طریقۂ رسول، یہ مشہور لفظ ہے تو اہل سنت کے معنیٰ ہوئے رسول کے طریقہ والا، اور جماعت کے معنیٰ گروہ، جس کے معنیٰ انضمام سنت سے یہ ہوئے طریقۂ رسول وطریقۂ صحابہؓ رسول والا۔ غنیۃ الطالبین میں بھی یہی ہے:

''السنة ما سنه رسول الله ﷺ و الجماعة ما اتفق علیه اصحاب رسول الله ﷺ۔''

پھر ایک شخص غیر یعنی امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنا اور اپنے کو اہل سنت و جماعت کہنا نہایت خلاف عقل ہے، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص وہ بھی غیر کی پیروی کرنے والا جماعت صحابہؓ کی پیروی کرنے والا کہا جائے؟ پس کلمات دعوے ہی سے تقلید شخصی باطل ہوئی، اسی کے لئے تقلید کی نسبت پہلے اپنی طرف سے ہم لوگوں نے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ان کی زبان سے اس کا بطلان ثابت ہوجائے تو ہمارے کہنے کی کیا ضرورت؟ اب ان کی دلیل ''فاسئلوا اهل الذکر'' کا جواب دیتا ہوں۔ (یہ آیت دلیل میں پہلے بھی پیش ہوچکی تھی، اس لئے مولوی محمد سعید بنارسی وغیرہ کی تائید اور کمیٹی کی رائے سے اس کا جواب رات کو لکھ لیا گیا تھا جس کو اب مولوی عبدالعزیز صاحب بیان فرمارہے ہیں)۔

اہل سنت کی دلیل کا جواب از جانب غیر مقلد مولوی عبدالعزیز:

آیت میں اول (فا) ہے جس کا ترجمہ فارسی میں پس، ہندی میں تب ہے، تو اس سے پہلے کوئی کلام ہونا چاہئے، اس کو مخاطب نے کیوں چھوڑ دیا؟ (ثالثوں نے اس فریق سے پوچھا کیوں صاحب اس کے آگے پیچھے سے پڑھیے، چنانچہ اول و آخر پڑھ کر سنایا گیا اور ترجمہ لکھوایا گیا) ''اھل الذکر'' کے معنیٰ خود بیان کیا ا ہے یاد والے، کس چیز کے یاد والے، اس کو بیان کرنا تھا ۲، لفظ والے سے نکلتا ہے، کسی خبر کو کسی کتاب، کسی قول کو یاد رکھنے والے اور امام صاحب کے قول ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے کہا تھا، اور وہ ان کی بات تھی، نہ دوسرے کا قول، اور دوسرے کی خبر، کیونکہ امام نے کہا ہے ''اترکوا قولی بخبر الرسول'' پس امام صاحب یاد والے نہیں ہوئے اور ان کو اہل الذکر نہیں کہہ سکتے اور اسی سے وہ دعویٰ مقلدین باطل ہوا کہ امام صاحب نے سب باتیں قرآن و حدیث سے ثابت کی ہیں اگر ایسا ہوتا تو امام یہ نہ فرماتے (امام صاحب کی بہت کچھ توہین بھی کی گئی اور اس بات کو بہت دیر تک ملمع کار تقریر میں بہت پھیلا کر بیان کیا) جس وقت یہ آیت اتری اس وقت کوئی اہل الذکر تھا یا نہیں اگر تھا تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کو اس کی جگہ قائم کرنے کی کیا وجہ؟ ''ان کنتم لا تعلمون'' کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جانتے ہو تو مت پوچھو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا و رسول کا حکم یعنی قرآن و حدیث کے

ا مولوی صاحب کی تذکیر و تانیث قابل ملاحظہ ہے انہیں باتوں پر تو لوگ مسکراتے تھے۔ ۲ خوب بیان کر دیا کہ شاید یاد نہ رہا۔ ۳ کون سے قول سے نکلتا ہے بلکہ ''اترکوا قولی'' تو صاف کہہ رہا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا، جو کہا قرآن و حدیث سے، جس لئے کہتے ہیں کہ اگر مخالف پاؤ تو چھوڑ دو۔ نازم بریں فہم۔

جانتے ہوئے مت پوچھو۔ پوچھو کے معنیٰ تقلید کرو یعنی بے دلیل مان لو۔ کیونکر ہوئے بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دلیل پوچھو یعنی بے دلیل پوچھے ہوئے مت مانو پس تقلید اس آیت سے باطل ہوئی ۔ ثابت علاوہ کے اگر مان لیا بھی جائے تو امام صاحب سے پوچھنا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کیونکہ ساڑھے گیارہ سو برس ہوئے کہ وہ انتقال کرچکے اور ان کے اقوال بھی انتقال کرگئے۔ آیت کے پورے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم پوچھنے کا منکرین رسالت کے لئے تھا کفار مکہ حضرت کی رسالت نہیں مانتے تھے کہ یہ آدمی ہیں پیغمبر کیونکر ہوسکتے ہیں تب یہ آیت اتری۔ دیکھو سیل صاحب کا ترجمہ انگریزی (چنانچہ بحوالہ صفحہ وسطر ترجمہ دکھایا گیا) پھر اس آیت کا اپنے کو مخاطب سمجھنا گویا اپنے کو منکر رسالت سمجھنا ہے۔ اور مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب کا یہ کہنا کہ دو شخصوں کے قول پر عمل نہیں ہوسکتا، محض لغو ہے ہاں ایک وقت میں ایک مسئلہ پر نہیں ہوسکتا دو مسئلہ میں یا دو وقتوں میں ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہیں ہوسکتا (یہ بات اہل سنت کے مناظر نے تلفیق کے ابطال میں کہی تھی۔ مولانا مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے کچھ نہیں فرمایا تھا ان کا نام زبردستی مخاطب بنانے کے لئے لیتے ہیں حالانکہ وہ قابل خطاب نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ان کے شاگرد یا شاگردان شاگرد تھے) اب وقت پورا ہوگیا اور مجلس برخاست ہوئی۔

چوتھا اجلاس

چلو اٹھو وقت آگیا شامیانہ وفرش دیکھو اہتمام کرو (نوکر) حضور سب ٹھیک کرآئے (راجہ میاں) کتابیں بھی پہلے پہنچادو بہت اچھا۔ نوکر کتابوں کا ڈھیر قرینہ سے چن آئے۔ خلقت آنی شروع ہوئی، وہ گاڑی آئی یہ آئی فلاں صاحب آئے، لو ثالث صاحب بھی آنے لگے، اب آگئے۔ غیر مقلد بھی کتابیں لے کر آگئے، ایک بج گیا ظہر پڑھ لو عصر پڑھ کر آئیں

گے، حضور وہ لوگ تو بارہ بجے سے پہلے آئے ہیں نماز ظہر وعصر کی اپنے ڈیرے ہی میں پڑھ کر آتے ہیں (راجہ میاں) جناب تشریف لے چلیے، مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب اور بہت لوگ اور راجہ میاں اپنی کوٹھی سے چلے جو مقام مناظرہ سے بہت ہی قریب تھی۔ لوگوں کی آنکھیں اٹھنے لگیں یہ آئے، السلام علیکم، لوگوں کی طرف سے وعلیکم السلام، لوگ کھڑے ہوگئے ثالثوں نے مزاج پرسی کی انہوں نے ان کا شکریہ ادا کیا، لیجئے اب وقت آگیا، ذرا گھنٹے میں (جو لگا ہوا تھا) دیکھو کیا بجا ہے ڈیڑھ بج گیا۔

ثالث صاحب۔ باقی دلیلیں آج پیش ہونی چاہئیں۔ (اہل سنت) بہت اچھا۔ مولوی شیر علی صاحب نے اور یہ چند دلائل لکھ کر پیش کئے اور بیشتر یہ کہا کہ چند باتیں ان سے دریافت طلب ہیں۔

چوتھے اجلاس میں اہل سنت کی جانب سے غیر مقلدین سے چند سوالات کے جوابات طلب کئے گئے:

(۱) قرآن مجید کس کو کہتے ہیں اور اس کی کیا تعریف ہے؟ (۲) حدیث کی کیا تعریف ہے اور اس کے کون کون سے اقسام ہیں اور پھر ان اقسام میں سے کون کون سی قسمیں قابل سند ہیں؟ (۳) جامعین قرآن و احادیث کون تھے اور کب جمع ہوئے؟ (۴) کتب صحاح ستہ کب جمع ہوئیں اور کس نے جمع کیں؟ مولوی عبدالعزیز صاحب نے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر خود اہل سنت کے مناظر نے ہر ایک بات کو بتشریح بیان فرمایا۔ ثالثوں نے مولوی عبدالعزیز صاحب سے پوچھا اس بیان کی بابت آپ کو کچھ کہنا ہے؟ کہا ایسی تاریخی باتوں میں ہم آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے ہاں

کسی قدر ان تاریخی باتوں میں غلط بیانی بھی ہے۔

سوال از جانب مولوی عبدالعزیز:

میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ ان دینی خدمات میں سے جن کا مناظر نے ذکر کیا ابوحنیفہ نے کون سا کام کیا؟ اور جگہ بیان مذہب محدثین میں باوجودیکہ یہ لوگ مقلد امام کے ہیں ان لوگوں کا خیال امام کی طرف نہیں گیا اور یہ کہنا کہ امام نے جب اختلاف شروع ہوا تو تحقیق کر کے امور شرعیہ کی قرآن وحدیث سے تنقیح کردی غلط ہے اگر ایسا کیا ہے تو دکھائیں اور کوئی تصنیف فن حدیث یا فقہ میں ابوحنیفہ کی نہیں ہے پھر وہ اس مرتبہ میں کیونکر شمار کیے جاتے ہیں۔

جواب از جانب اہل سنت

تصنیف کا نہ ہونا کوئی دلیل اس بات کی نہیں کہ امام صاحب فن حدیث جانتے نہ تھے۔ عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ وجلیل القدر تابعین و تبع تابعین میں سے بڑے بڑے جلیل القدر محدث گزرے ہیں جن کا ذکر بخاری ومسلم کے اسناد میں ہے پھر ان کی کوئی کتاب تصنیف کی ہوئی نہیں وہ اس فن میں امام اور بخاری ومسلم سے کیا زیادہ محدث نہیں تھے؟ اور امام ابوحنیفہ کا امور شرعیہ کا قرآن واحادیث سے تنقیح کرنا مخالف کو ابھی معلوم ہوسکتا ہے اگر وہ کتاب ہدایہ کو پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں تو اس کو اٹھا کر پڑھیں پھر آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ امام صاحب نے کیا کام کیا ہے اگر ہمیں اجازت دی جائے تو کتاب الصلوٰۃ سے لے کر آخر تک عبادات ومعاملات کے ابواب میں جو کچھ حضرت امام ہمام نے تنقیح وتحقیق کی ہے اس کو دکھائیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اس بارہ میں حضرت امام شافعی وغیرہ جلیل القدر

لوگ شکر گزار ہیں، اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع وغیرہ جلیل القدر محدثین جو شیوخ بخاری و مسلم ہیں، امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور ثناء خواں ہیں اگر ہمارے مخاطب آج تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر کسی کو نہ دیکھیں تو یہ ان کی خوبی اور قدر شناسی اور انصاف پسندی ہے ایک جہان نے امام ابوحنیفہ کی فضیلت علم وتقویٰ اور جودت فہم پر صاد کردیا ہے فرماویں تو ان کی کتابیں پیش کی جاویں۔ اور یہ سب کچھ سہی مگر خاص امام صاحب سے اس مسئلہ میں کیا بحث ہے تقلید ہونی چاہئے وہ بھی کس کو؟ اس کو جو قوت اجتہاد و استنباط نہ رکھتا ہو، کسی امام کی ہو اگر امام ابوحنیفہ سے ان حضرات کو عداوت ہے نہ سہی چلو امام شافعیؒ یا احمد بن حنبلؒ یا امام مالکؒ یا کسی اور کی کیا کریں جو اس مرتبہ کا ہو۔

اس کے بعد اہل سنت کی طرف سے اور دلائل شروع ہوئے جن کے نمبر یہ ہیں:

دلائل از جانب اہل سنت:

(نمبر۲) قرآن مجید میں ہے "لاتفسدوا فی الارض" کہ دنیا میں فساد نہ کرو۔ تقلید کے ترک کا حکم دے کر ہر کس و ناکس، مجتہد و غیر مجتہد، پڑھے ان پڑھ، عالم و جاہل کو اجازت دینا (کہ قرآن و احادیث سے جو مسئلہ تمہاری سمجھ میں آئے بے دھڑک اس پر عمل کرو خواہ اس کو ناسخ و منسوخ، مشترک ماول، مجمل، مفصل، عام وخاص پہچاننے کی لیاقت ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ اس بات کو بھی نہ جانتا ہو کہ یہ حدیث کس مرتبہ کی ہے صحیح ہے، یا ضعیف راوی نے اس کو اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے، یا حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں) دینی اصلاح و تنظیم کے بعد سخت فساد کا دروازہ کھول دینا ہے کہ جس کے اوپر اور کیا فساد متصور ہوسکتا ہے؟ اور فساد ممنوع و حرام ہے پس جو حرام و ممنوع کی طرف لے جائے وہ بھی ممنوع و حرام ہے اور وہ ہے ترک تقلید۔ پس تقلید واجب ہوئی کیونکہ احد النقیضین میں

سے جس کا ترک حرام ہے اس کا کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ عقل سلیم کہتی ہے اور کتب اصول میں تصریح ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ہم عامیوں کے لئے یہ اجازت نہیں دیتے بلکہ خاص واقف کاروں کے لئے تب عامیوں کو کیا حکم ہوگا؟ یہی کہ غیر کے قول کو اعتبار کر کے بلا دلیل مان لیا جائے اور یہ عامی دلیل کیا جانتے ہیں کہ یہ دلیل کس جانور کا نام ہے یہ تو یہی جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ فرما دیا جو قرآن و احادیث سے فرمایا ہوگا، یہی تو اعتبار وحسن ظن ہے۔ اب رہے وہ واقف کار پڑھے ہوئے مولوی صاحب خصوصاً آج کل کے سرسری طور پر ورق الٹنے والے اب اگر دراصل ان میں ان سب باتوں کی صلاحیت ولیاقت ہے (حالانکہ لغات عرب پر بھی بخوبی اطلاع نہیں) اور اس کے سوا جہاں بالتصریح قرآن و احادیث میں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تو عبارت النص یا دلالۃ النص یا استنباط کے صحیح قواعد پر واقف ہو کر استنباط کے ذریعہ سے جس کو اجتہاد و قیاس کہتے ہیں، واقف ہو سکتے ہیں تو خیر یہ بھی مجتہد سہی چار کی جگہ چھ اور دس بیس سیکڑوں ہزاروں سہی ورنہ ان کو خود ان اصلی واقف کاروں کی پیروی یا تقلید کرنی پڑتی ہے تو عامی ان کے اور یہ ان خاص لوگوں کے مقلد ٹھہرے اِدھر اُدھر پھر کر وہیں آگئے، پھر اس سے تو وہی بہتر تھا کہ بغیر چکر کھائے سیدھے ائمہ اربعہ کے پاس چلے جاتے۔

اور اس فساد و تفریق جماعت کرنے والے کی، شریعت نے سخت سزا مقرر کی ہے کیونکہ یہ باغی ہے۔ عرفجہ صحابی فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ وفساد پیدا ہوں گے پھر جو اس امت میں پھوٹ ڈالنا چاہے اور یہ مجتمع ہو تو اس کو تلوار سے مار ڈالو کوئی کیوں نہ ہو۔ دوسری جگہ آیا ہے:

''یرید ان یشق عصاکم و ان یفرق جماعتکم فاقتلوہ''

''کہ وہ تمہاری جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہے تو اس کو قتل کر ڈالو۔''

(صحیح مسلم ص: ۱۲۸ مطبوعہ مطبع نول کشور)

صحیح بخاری میں ہے:

''لا یحل دم امرء مسلم ان یشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس و الثیب الزانی و المفارق لدینہ التارک الجماعۃ''

(صحیح بخاری ص: ۱۰۱۶ مطبوعہ مطبع احمدی)

''کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، قتل کرنا روا نہیں مگر تین باتوں میں یا تو وہ قتل کرے اس کے بدلہ میں، یا نکاح والا ہوکر پھر کسی سے زنا کرے، یا دین کو چھوڑے جماعت کو ترک کرے۔''

اب دیکھئے جماعت کو اس گروہ نے کیسا ترک کیا اور امت میں کیسی پھوٹ ڈالی اب ان کی گردن مارنے کی ہم کو تو کیا مجال ہے وہی مارے یا نہ مارے مگر فعل ان کا قابل گردن زدنی ہے۔

(نمبر ۳) ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُم۔'' (پارۂ والمحصنات ۵ رکوع ۵)

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی تابعداری کرو اور اپنے اولوالامر کی۔''

اولو الامر کے لغوی معنیٰ ہیں حکم والے، مگر اس حکم سے حکومت مراد ہو یا نہ ہو، مگر صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے جو قرآن کے معنیٰ جاننے والوں کے استاد تھے علماء مجتہدین بھی لئے ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل کے صفحہ ۲۳۵ میں ہے:

''قال ابن عباس و جابر رضی الله عنهما : الفقهاء و العلماء الذين يعلمون الناس معالم دينهم و هو قول الحسن و الضحاک و مجاهد دليله قوله تعالیٰ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.''

ترجمہ: ''ابن عباس و جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اولو الامر مجتہدین اور علماء ہیں جو لوگوں کو ان کے امور دینیہ بتاتے ہیں اور یہی حسن بصری و ضحاک و مجاہد کا قول ہے اور دلیل اس کی یہ آیت ہے ''وَلَوْ رَدُّوْهُ............الخ'' کہ اگر وہ اہل اسلام نزاعی بات کو رسول یا اولو الامر کے پاس لے جاتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس کو جان لیتے۔''

پس مجتہد کے قول کا اتباع واجب ٹھہرا جو صیغہ امر سے ثابت ہے خواہ کوئی مجتہد کیوں نہ ہو، اور یہی تقلید شخصی ہے جس میں ہمارا کلام ہے۔

(دلیل نمبر ۴) ''مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ

وَ سَاءَ تْ مَصِيْرًا"۔

(سورۂ نساء پارہ ۵، رکوع ٦)

ترجمہ: "جس نے ہدایت ظاہر ہوجانے کے بعد بھی رسول کو ناراض کیا اور مسلمانوں کے طریقے کے سوا اور طریق پر چلا تو ہم اس کو اسی کی طرف پھیر دیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے جو بری جگہ ہے۔"

اس آیت کی شرح بہت حدیثوں میں کی گئی ہے کہ مسلمانوں کے راستہ سے الگ ہونا اور جمہور کو چھوڑنا گمراہی ہے، جس سے اجماع امت کا حکم ماننا ضروری سمجھا گیا، سچ ہے جدھر جمہور ادھر اللہ کا نور اور جو ان سے دور اس کے دین میں فتور عقل میں قصور صحیح بخاری میں حدیث ہے:

"لا یحل دم امرء مسلم" الحدیث اس سے بھی ترک جماعت حرام وممنوع سمجھا گیا۔

اور نیز صحیح بخاری مطبع احمدی کے صفحہ ۱۰۵۷ میں یہ حدیث ہے:

"من رای من امیرہ شیئا فکرہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ۔"

کہ تم میں سے جو کوئی اپنے سردار کی کوئی ناپسند بات بھی دیکھے تو صبر کرنا چاہئے اس لئے کہ جو کوئی ایک بالشت بھر بھی جماعت سے الگ ہوکر مرگیا تو جاہلیت کی موت مرے گا یعنی کفر و بے دینی و نااتفاقی کی مذلت میں۔

ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی ہے:

''ید اللہ علی الجماعة من شذ، شذ فی النار''

کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو کوئی الگ ہوا جہنم میں جائے گا۔

اور خاص ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے:

''ان امتی لا یجتمع علی ضلالة فاذا رائیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم'' (ص:۲۹۲)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت ہرگز کسی گمراہی کی بات پر متفق نہ ہوگی پھر جب تم اختلاف دیکھو تو بڑے گروہ کو لازم پکڑو۔ ان احادیث و آیت شریفہ سے صرف اسی قدر بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جمہور مسلمین کا طریقہ کبھی گمراہی کا طریقہ نہ ہوگا کیونکہ جمہور پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جمہور کے خلاف جو بات اٹھائی جائے وہ گمراہی اور جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اب دیکھئے صحابہ کے عہد سے مستنبطین و مجتہدین کا اتباع کیا جاتا تھا صرف فرق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں انحصار نہ تھا مگر تخمینا گیارہ سو برس سے لے کر آج تک جہاں تک مسلمانوں کے ملک اور شہر ہیں حتیٰ کہ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ جہاں قیامت تک پیشین گوئی ہوچکی ہے اور نیز شاہان اسلام کے عہد میں بڑے بڑے علماء فضلاء خاص و عام سب کے سب تقلید شخصی کے قائل رہے بلکہ اہل سنت کا ان چاروں کی اتباع و تقلید میں انحصار ہوگیا اور یہ اتفاق و اجتماع امت ہرگز گمراہی نہیں ہوسکتا، بموجب احادیث مذکورہ اس کے

برخلاف ترک تقلید و خودرائی ہے جس پر ہمارا مخالف فریق اڑا ہوا ہے سو یہ سواد اعظم اور جمہور کے برخلاف ہوکر ان مواعید کے مستحق ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا۔ اس مسلک سے تقلید کا ثبوت پایا گیا اور ماننا واجب ٹھہرا۔

(دلیل نمبر ۵) یہ حدیث ہے:

"من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصیٰ امیری فقد عصانی."

کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امیر اور اولو الامر سے علماء و مجتہدین بھی مراد ہیں نہ صرف حکام۔ پس مجتہد کی اطاعت، حضرت رسول اللہ ﷺ کی عین اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی یعنی باوجود اجتہاد و استنباط کی لیاقت نہ ہونے کے کسی مجتہد کی پیروی نہ کرنا ایسے سمندر میں دو پتوں کی کشتی بنا کر دور دراز سفر کا قصد کرنا حضرتؐ کی نافرمانی اور ڈوبنے کا سامان ہے۔ یہ دلیلیں بیان کر کے کہا گیا کہ ان کے تو جواب دے لیں، جب ان کے جواب دے لیں گے تو ہم اور پیش کریں گے، ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد مولوی عبدالعزیز صاحب اسی آن تان سے شعر پڑھتے ہوئے اٹھے اور اس طرح سے منہ بنایا کہ گویا حاضرین کو ثابت کر دیا کہ یہ جو کچھ بیان ہوا سب ہیچ اور بے معنیٰ ہے۔

پھر جواب دینے شروع کئے۔

مولوی عبدالعزیز کے جوابات

دلیل دوم کا جواب جو آیت: ''لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ'' پیش ہوئی اس کا تقلید کے مسئلہ سے کیا علاقہ ہے؟ اور یہ کہنا کہ ترک تقلید سے فساد لازم آتا ہے محض نافہمی کی بات ہے اگر کوئی شخص اچھا کام کرتا ہوا اور اس کے سبب سے دوسرا شرارت و فساد کرے تو مفسد فساد کرنے والا کہلائے گا نہ اچھے کام کرنے والا، اور رئیس الجہابذہ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب کا یہ کہنا کہ جب غیر مقلدین تقلید کو واجب نہیں کہتے تو جائز کہتے ہوں گے اور امر جائز اگر موجب فساد ہے تو اس کا ترک ضروری ہے (مولانا نے کچھ نہیں فرمایا تھا ناحق ان کو مخاطب کیا گیا) میں کہتا ہوں کہ درمیان عدم قول بالوجوب اور قول بالجواز کے لزوم سمجھنا مولانا کی خوش فہمی اور معقولی ہونے کی دلیل ہے اور بس۔ اور اس آیت میں لفظ بعد ''اِصْلَاحِهَا'' کس مصلحت سے چھوڑ دیا گیا۔ میں کہتا ہوں بنابر اس آیت کے زمین کی اصلاح کا ایک زمانہ متعین کرنا چاہیے جس کے بعد بگاڑنا ناجائز ٹھہرے سو میں کہتا ہوں وہ زمانۂ رسالت اور زمانۂ صحابہ ہے۔ اب دیکھو اس درستگی کو اول کس نے بگاڑا؟ اور کارخانۂ دین کو کس نے بدلا؟ پس واضح ہوا کہ حضرت نے تیس برس تک ہر روز پانچ دفعہ وضو کر کے بتایا اور ہزاروں لاکھوں صحابہ نے دیکھا، امام ابوحنیفہ جو اسی برس بعد پیدا ہوئے انہوں نے کہہ دیا کہ ایسا کرنا کچھ ضروری نہیں، صرف ایک بار ہر عضو کا دھونا اور گو بلا ترتیب ہو کافی ہے، اسی طرح انحضرت ﷺ کی نماز کی بعض باتوں کو بے ضروری کہہ دیا، قرآن میں شراب کو حرام کہا ہے اور حدیثوں میں ہے کہ ہر نشے والی چیز حرام ہے، ابوحنیفہ نے اسی برس پیچھے آکے کہہ دیا کہ صرف چار قسم کی شراب حرام ہے، برانڈی شوق سے پیو، پوٹ شوق

سے پیو جس کے لئے ہمیں ثبوت دینا ضروری نہیں ہدایہ کا انگریزی ترجمہ ثالثوں کے پاس موجود ہے اس میں دیکھ لیں۔ یہ فرض واجب سنت مستحب کا فرق کس نے نکالا؟ حالانکہ یہ تقسیم زمانۂ رسالت وصحابہ میں نہ تھی، الحاصل اس آیت کے مورد (یعنی مفسد) خود ابوحنیفہ ہیں جنہوں نے ایسا فساد برپا کیا۔

تیسری دلیل کا جواب:

تیسری دلیل میں حدیث ''التارک لدینہ'' چھوڑ کر صرف ''المفارق للجماعة'' پڑھ کر مطلب بیان کیا ہے، جو کمال درجہ کی بددیانتی ہے۔ اس لفظ سے حدیث کا مطلب کھل جاتا اس لئے اس کو ترک کیا۔ حدیث کا مطلب صاف ہے کہ جو کوئی دین چھوڑے یعنی مرتد ہو جائے، وہ قتل کیا جائے کہاں یہ مطلب کہاں تقلید چھوڑنے والا اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے تو اس کا جواب دلیل دوم کے جواب سے واضح ہے، جس کے مورد خود مقلدین ہیں نہ اہل حدیث (یہ حدیث دوسری دلیل کی تائید میں تھی نہ تیسری دلیل میں ہے) سیل صاحب کا ترجمہ صفحہ ۹۹ دیکھو۔ اور نیز پہلے ابوحنیفہ کو اولی الامر ثابت کرنا تھا اور صاحب اختیار حالانکہ ان کو کچھ بھی اختیار نہ تھا اور لفظ ''منکم'' موجودین کو چاہتا ہے اس وقت ابوحنیفہ کہاں تھے جو ان کی تقلید اس آیت سے ثابت کی جاتی ہے اور نیز اولی الامر جمع کا صیغہ ہے اس سے تو تقلید شخصی باطل ہوتی ہے نہ کہ ثابت اور اگر اولی الامر رسول کے برخلاف کریں تو پھر کیا کرنا چاہئے یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

چوتھی دلیل کا جواب:

چوتھی دلیل ''يد الله على الجماعة'' ہے اول اس حدیث کو بسند صحیح بیان کریں ورنہ استدلال صحیح نہیں۔ آیت میں ایمانداروں کی راہ چھوڑنا ہے اور نیز یہاں صحابہ کا

طریقہ چھوڑنا مراد ہے۔ ''اتبعوا'' [1] ابن ماجہ میں نہیں دوم ابو خلف اعمٰی راوی ضعیف ہے اس کو میزان الاعتدال میں یحییٰ بن معین نے جھوٹا کہا ہے۔

پانچویں دلیل کا جواب:

پانچویں دلیل ''من اطاع امیری.....الخ'' ہے میں کہتا ہوں اس کا ابوحنیفہ سے کیا علاقہ؟ امیر جنرل فوج کو کہتے ہیں اور بادشاہ کو بھی جیسا کہ ہارون رشید اور مامون تھے، ابوحنیفہ کہاں کے جنرل اور کس جگہ کے بادشاہ تھے؟ ابوحنیفہ تو خود امیر المؤمنین کی قید میں مر گئے اور کوڑے کھاتے رہے۔ لفظ امیری یہ چاہتا ہے کہ حضرت کے وقت میں جو امیر بنایا گیا تھا اس کی اطاعت مراد ہے، پس اس کو معزول کر کے ابوحنیفہ کو اس کی جگہ نصب کرنے کی کیا وجہ؟ کس کتاب میں ابوحنیفہ کو امیر لکھا ہے؟ مراد یہ ہے کہ حضرت اپنی فوج کے سپہ سالار بنا کر بھیجتے تھے ان کی تابعداری کا حکم اس حدیث میں دیتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ امیر کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دونوں اس حدیث میں موجود ہیں، پس اگر دونوں کے حکم میں خلاف ہو تو اس وقت انسان رسول کی اطاعت کرے گا بلا تشبیہ (تشبیہ تو ہے پھر بلا چہ؟) منصف اور جج کے حکم کی تعمیل واجب ہے (اس کو حضرت نے رسالہ میں جائز لکھ دیا ہے) مگر جب دونوں میں اختلاف ہو تو جج کا حکم مقدم ہوگا۔

ان باتوں کو مولوی صاحب نے سپیچ کے طور پر بڑی لمبی چوڑی تقریروں اور تمثیلوں میں ایسا ادا کیا کہ مجلس کو اپنی طرف مائل کر لیا اور سپیچ کے درمیان جناب مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب پر بھی جا بجا منہ آتے جاتے تھے اور اشعار پڑھ کر قلعی کرتے جاتے تھے۔ مجلس برخاست ہوئی۔

---

[1] شاید بوقت تقریر یہ لفظ اہل سنت کے مناظر کے منہ سے نکلا ہوگا۔

اس کے بعد آج کی چرب زبانی سے جناب راجہ صاحب کو بڑا رنج ہوا اور بہت لوگ دلگیر ہوئے کہ کیسے نا ملائم الفاظ جناب امام اعظمؒ کی شان میں کہے گئے اور ان پر کیسے کیسے مضحکے اڑائے گئے۔

مولانا عبدالحق مفسر تفسیر حقانی کی تشریف آوری:

اس لئے یہ تجویز ہوئی کہ ان کے مقابلہ میں کسی چرب زبانی کا عام جاہلوں میں برا اثر پیدا ہوگا، سب کی اصلاح بالخصوص مولوی عارف صاحب کے اصرار سے مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی کے نام تار دیا گیا کہ آپ بہت جلد تشریف لایئے اور جوابی تار بھیجا۔ مولانا ممدوح نے جواب دیا کہ میں آنے پر آمادہ ہوں۔ شام کے وقت مبلغ سو روپے خرچ سفر تار میں روانہ کیا اگلے روز مولانا اور آپ کے ساتھ کاتب الحروف اور مولوی عبدالرشید صاحب مرحوم شام کی ڈاک میں روانہ ہوئے اور تار دے دیا کہ ہم سوار ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں مولانا کی انتظار کی وجہ سے کئی روز اجلاس مناظرہ ملتوی ہوا اور بعض ثالثوں کو کچھ ضرورتیں بھی پیش آگئیں تھیں، مگر یہ خبر لشکر مخالفین میں بھی پہنچ گئی تھی اور دلوں میں دہشت طاری ہوگئی تھی، اس لئے کہ مولانا کے ہاتھ یہ سب صاحب دیکھے ہوئے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ سورت میں ملا محمد سامرودی کو جو سخت غیر مقلد تھا کئی روز کے مناظرہ میں ہزارہا لوگوں کے سامنے نہ صرف ساکت ہی کیا بلکہ اس کے منہ سے تقلید کے وجوب کا اقرار کرا کے مع مواہیر حضار لکھ یا تھا اور ملا محمد بڑا بحاث تھا جو ہر روز ''ہل من مبارز'' کا نقارہ بجایا کرتا تھا۔ اور دہلی میں بمکان جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب خلف الصادق جناب حکیم محمد خاں صاحب مرحوم، مولوی تلطف حسین صاحب کو مع ان کے اعوان دس گیارہ مولویوں کے جن میں مولوی امیر علی صاحب و حکیم مولوی شہود الحق صاحب و مولوی

نصیر الحق صاحب وغیرہ تھے وجوب تقلید شخصی کے مسئلہ میں کیسا ساکت کیا کہ کرامت تھی یا کیا؟ اسی طرح بارہا ان لوگوں سے بازی جیت چکے تھے تحریراً وتقریراً، مشہور ہے کہ فریق ثانی نے بھی مولوی نذیر حسین صاحب کو تار دے کر بلایا مگر انہوں نے اپنا مایۂ بحث خیال کر کے انکار کردیا اور اچھا کیا ورنہ مفت میں ہوا بگڑ جاتی۔ مگر جب مولانا اور ہم دہلی سے شام کے وقت روانہ ہوئے کئی حضرات غیر مقلدین دیکھنے آئے ہوئے تھے پھر تار گھر کی طرف گئے غالباً تار دیا ہوگا کہ ہوشیار ہو جاؤ اس میدان کا بہادر آتا ہے۔

تیسرے روز صبح کے وقت ہم عظیم گنج کے اسٹیشن پر پہنچ گئے، مولانا سیکنڈ کلاس میں تھے ہم ڈیوڑھے میں، ہمارے پاس ایک غیر مقلد بھی تشریف رکھتے تھے جب اس نے سنا کہ مناظرہ میں جاتے ہیں تو خوش ہوا اور کہا میں گورہ بازار تک آپ لوگوں کو ساتھ لے چلوں گا جب یہ معلوم ہوا کہ مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کے ساتھ ہیں اور اہل سنت کی طرف سے آئے ہیں تو اسٹیشن سے اترتے ہی چل دیا اور بات بھی نہ کی۔

مولانا عبدالحق صاحب کا استقبال:

اسٹیشن کے اور مرشد آباد کے درمیان دریا ہے پرلے پار راجہ میاں کی طرف سے لوگ گاڑیاں لئے ہوئے استقبال کو آئے ہوئے تھے مگر کوئی پہچانتا نہ تھا، جب اس کنارہ پر ہم کو دیکھا تو قرینہ سے جان لیا کہ یہی ہیں کشتی میں سوار ہوکر ادھر آئے اسباب اٹھوا کر کشتی میں رکھا اور پرلے پار اتروادیا اور گاڑیوں میں سوار ہوکر چلے راستہ میں مولوی عبدالعزیز صاحب کی زباں زوری کا حال معلوم ہوا جب گاڑی مرشد آباد کے چوک میں آئی تو وہاں دہلی کے بعض تجار کو خبر تھی انہوں نے گاڑی روک لی اور بڑی خاطر ومدارات سے اتار کر یہ کہا کہ خدا کے لئے ذرا ناشتہ کرلیجے اور چائے حاضر ہے تیار کررکھی ہے اس میں ادھر ادھر

سے اور صاحب نام سن کر آتے گئے اور وہ مولوی عبدالعزیز صاحب کی زباں زوری اور شعر خوانی کا تذکرہ کرتے رہے اور کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ کی عزت کا اب انتقام لے۔ شہر میں دھوم مچ گئی، وہاں سے گورا بازار کئی میل اسی دریا کے کنارے ہے وہیں دونوں لشکر پڑے ہوئے تھے، جب گاڑی وہاں آئی اور مخالفین کی کوٹھی کے پاس پہنچ گئی تو دیکھنے لگے اور میں نے دیکھا کہ درختوں پر بعض مولوی صاحبوں کے پائجامے سوکھ رہے ہیں، طبیعت میں ظرافت بھلا چپ کہاں رہا جائے میں نے مولانا سے بے اختیار کہہ دیا کہ فال اچھی ہے خبر پاکر دست خطا ہوگئے لیجئے پائجامے سوکھ رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا استغفراللہ فتح وشکست سے یہاں کیا کام ہماری قوم میں تفرقہ پڑگیا ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے شاید اس کمترین خلائق کے سبب کوئی اتفاق کی صورت پیدا کردے۔ یہ فقرہ میرے دل پر اثر کرگیا اور میں نے اپنی بے ہودگی سے توبہ کی اور مولانا کی متانت اور حالت تضرع سے مجھے یقین ہوگیا کہ ان شاء اللہ میدان انہیں کے ہاتھ رہے گا۔ جب مقام پر گاڑی پہنچی تو بہت سے عمائد اور اہل علم دروازہ تک لینے آئے وہاں پہنچ کر مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب سے ملاقات ہوئی اور ہمارے مولانا بڑے جھک کر ادب سے ملے اور مؤدبانہ بیٹھ گئے (بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارے مولانا نے آپ سے کچھ پڑھا بھی ہے اس لئے اس بات کا لحاظ اور ادب ملحوظ ہے) جاکر غسل کیا کپڑے بدلے جمعہ کا روز تھا۔ جمعہ پڑھا کر پھر باہم باتیں شروع ہوئیں اور بحث کی تمام کیفیت معلوم ہوئی سن کر ہمارے مولانا نے فرمایا افسوس پہلے سے بحث کے امور مسلمہ وکار آمد طے کرالینے تھے۔ مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے فرمایا میں بھی بعد میں آیا ہوں بحث کے بانی یہی حضرات ہیں اور سخت مشکل یہ ہے کہ ثالث صاحب امور اسلامیہ بلکہ اردو زبان سے بھی بخوبی واقف نہیں، ان کے سامنے موٹی موٹی

باتیں بیان کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ اب کل سے بحث آپ ہی کیجئے اور آپ سے امید ہے کہ آپ ان کو ضرور پابستہ کرلیں گے۔ مولانا نے فرمایا اب میں نئی بات کیونکر پیش کرسکتا ہوں اسی بحث میں غور کرکے دیکھئے کوئی دوسرا رنگ پلٹوں گا۔ مولانا کے تشریف لانے کے بعد مولوی مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب بحث کی فکر اور کتابوں کے دیکھنے سے بالکل سبکدوش ہوگئے اور مولانا سے فرمایا بھئی کچھ تم کو کوئی کتاب دیکھنی ہو تو دیکھ لو، مولانا نے فرمایا اطمینان رکھئے کتاب میرے دل میں ہے۔ لوگ جوق در جوق دیکھنے آتے تھے اور فریق مخالف کے لوگ بھی آتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں مگر یہاں بجز اس کے کہ ایک خوش الحان خواجہ حافظؒ کے اشعار پر درد پڑھ کر طبائع اہل درد کو حرکت دلا رہا تھا اور کچھ تھا۔ صبح ہوئی خلق کا اژدہام شروع ہوا اور یہ خبر عام منتشر ہوگئی کہ دہلی سے حنفیوں کا ایک بڑا بیرسٹر آیا ہے، کھانا کھایا، نماز ظہر پڑھی، مجلس میں کتابیں پہنچیں ایک بجے کے قریب ہمارے مولانا اور مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب اور دیگر اہل علم و رؤساء خصوصاً راجہ میاں جو تمام رؤساء میں اپنی وجاہت و صباحت سے ایک ہی ہیں، ولایتی معلوم ہوتے ہیں، مل کر چلے سامنے سے مجلس کے اژدہام کی انگلیاں اٹھنے لگیں، ہمارے مولانا موسم سرما کی وجہ سے ایک عبایا عربی اور سر پر سیاہ پٹکا کنارہ دار، باندھے ہوئے تھے اور عبایا بھی سیاہ رنگ کا تھا، جو بیراسٹروں کے لباس سے مشابہ تھا، سب میں جدا معلوم ہوتے تھے۔ مجلس میں پہنچے خلق خدا استقبال و دست بوسی سے پیش آئی، ثالثوں سے مزاج پرسی ہوئی، فریق مخالفین میں سے کسی نے مولانا کے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ صف اول میں قالین اور سوزینوں کا فرش تھا اوگالدان پان دان قرینہ سے رکھے ہوئے تھے، مولانا اور سب بیٹھ گئے۔ مولانا مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے فرمایا لو حضرت کھڑے ہو جئے۔ آج سب سے زیادہ ہجوم تھا

شامیانہ کے حدود سے باہر بھی دور دور تک لوگ تھے اور گاڑیوں کی چھتوں پر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اہل ہنود بھی بکثرت تھے، مرشد آباد کے شیعہ اور ان کے مجتہد صاحب اور دیوان فضل ربی صاحب اور بہت سے عمائد، مولانا کا نام سن کر آئے تھے۔ مولانا نے پہلی بحثوں کے کاغذات مثل کی طرح سے ہاتھ میں لئے اور بسم اللہ کہہ کر کھڑے ہوئے۔

پانچواں اجلاس اور مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کی تقریر

سب سے پہلے میں اپنے لائق ججوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے باوجود کثرت کار عدالت کے اور باوجود غیر مذہب کے ہمارے ایک مسئلہ کی ثالثی کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کیا اور تکلیف گوارہ فرمائی۔ ججوں کی طرف سے بیکنٹھ بابو صاحب نے شکریہ کا جواب دیا کہ ہم لوگ آپ کے تشریف لانے سے بڑے خوش ہوئے اور یہ مباحثہ ہماری خوش نصیبی کا باعث ہوا کہ ایسے ایسے لائق علماء اور بڑے سپیکروں سے جو دور دراز خصوصاً دہلی کے باشندے ہیں جہاں کے علوم و اہل کمال اور گویا لوگوں کے صرف ذکر ہی سنا کرتے تھے، آج آنکھ سے دیکھنے، کان سے سننے کا اتفاق ہوا۔ اب ہمیں کامل امید ہے کہ باقاعدہ بحث ہوگی اور ہم بھی اس مسئلہ کے متعلق معلومات کے درِ بے بہا سے اپنی جیبیں پر کریں گے۔ اور سب کی طرف سے خفیف سا نعرۂ خوشی بلند ہوا۔ (مولانا عبدالحق حقانی صاحب کے نئی روشنی کے لفظوں میں شکریہ کرنے سے ہی ثالث تاڑ گئے کہ یہ کوئی شخص ہے) اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو میں کہہ سکتا ہوں:

تقلید، اور واجب اور اسلامی الفاظ کی تشریح:

کہ سب سے پہلے تقلید کے معنیٰ اور اس کی تشریح اس طور سے کر دی جائے کہ

سب کی سمجھ میں آجائے کہ جس میں کئی روز سے بحث ہو رہی ہے اور جب تک مورد نزاع کی تشریح نہ ہوگی، ہمارا دلائل لانا طرف ثانی کا رد کرنا پوری طرح سے آپ صاحبوں کے ذہن نشین نہ ہوگا، کیونکہ تقلید شخصی اور واجب اسلامی الفاظ اور اسلامی مطالب ہیں اور آپ صاحبوں کو ان کے دریافت کرنے کا غالباً موقع نہیں ملا۔

ثالثوں کی تائید:

یہ سنتے ہی یکبارگی سب ثالث (جج) پکار اٹھے کہ ہاں صاحب ضرور اس بات کا سننے کو ہمارے کان مشتاق تھے اور ہم یہ چاہتے تھے مگر اب تک بحث کا ڈھنگ یوں ہی چلا آتا تھا۔ بے شک جب تک نزاعی بات کی تشریح نہ ہوگی نہ پورے طور پر ہم دلائل سمجھیں گے، نہ ان کے جواب۔ پھر ڈگری دینا اور ڈسمس کرنا اہم کار ہے آپ بیان فرمائیے۔ پھر مولانا سے پوچھا کہ آپ انگلش لنگویج یعنی انگریزی زبان بھی جانتے ہیں؟ بعض نے کہا ضرور جانتے ہیں، مولانا نے کہا کسی قدر الفاظ سمجھ لیتا ہوں اور کچھ بول بھی لیتا ہوں مہارت نہیں، نہ پوری واقفیت ہے۔

مولانا نے فرمایا میں پہلے مورد نزاع ''تقلید شخصی واجب ہے'' کے صرف معنیٰ بیان کرتا ہوں، ثبوت اور جو کچھ ہوگا اس کے بعد۔ اور نیز جو کچھ اس دعوے کے رد میں مخالف کا جواب دعویٰ پیش ہوا ہے جو میرے پاس ان کاغذوں میں لکھا ہوا ہے اور غالباً آپ کے پاس بھی ہوگا، اس کی بھی تشریح کروں گا پھر دلائل پیش کروں گا۔ اگر مورد نزاع کے بیان میں مجھ ناچیز سے غلطی ہو تو ہمارے مخاطب فاضل مولوی عبدالعزیز صاحب کھڑے ہو کر فرمائیں کہ یہ معنیٰ غلط ہیں، مگر اس کے بعد پھر صحیح معنیٰ تقلید شخصی کے کہ جس میں ہمارا اور ان کا نزاع ہے ہمارے مخاطب فاضل کو بیان کرنے پڑیں گے اور جو صحیح ہوں تو سکوت

کریں اور اس بڑے گھنٹے کی سوئی کو آپ بھی دیکھتے رہیں پانچ منٹ تک میں سکوت کروں گا اس کے بعد نزاعی بات کے معنی تسلیم کردہ مخالفین سمجھے جائیں گے اور پھر ان کو مجاز نہ ہوگا کہ تسلیم کردہ بات میں گفتگو کریں۔

تقلید شخصی:

کسی خاص شخص کی بات کو بغیر دلیل کے معتبر جان کر مان لینا۔ یہ تعریف لغوی و اصطلاحی دونوں معنیٰ پر حاوی ہے اور یہ خلاصہ ہے ان تعریفوں کا کہ جو کتب اصول میں مختلف عنوانوں سے بیان ہوئی ہیں۔ جیسا کہ: ''هو تسليم قول الغير من حسن الظن بغير دليل''، شرح بدیع الاصول۔ کسی شخص کی بات، اس میں بہ لحاظ معنیٰ تعیم ہے کہ کسی کی بات ہو اور کوئی بات ہو، بغیر دلیل کے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اس کہنے والے کے پاس کوئی دلیل اس بات پر نہ ہو، بلکہ سننے والے نے دلیل طلب نہیں کی، اعتبار کی وجہ سے اور یہی وجہ بے دلیل کے اس بات کو منوانے والی ہوگئی۔ اب میں اس بحث کو غیر مفید سمجھ کر ترک کرتا ہوں کہ تقلید تصدیق ہے اور تصدیق کس قسم کی ہے اور تصدیق کی کیا حقیقت ہے اور یہ علم حصولی کا فرد ہے یا حصولی حادث کا۔ اس لئے کہ ان بحثوں سے نہ کچھ ہم کو نفع ہے نہ مخالف کو نقصان نہ پبلک اس کو سمجھتی ہے اور پبلک کا سمجھنا اہم مقاصد سے ہے اور اسی لئے اس کو میں نے موٹے اور عام فہم الفاظ میں بیان کیا ہے۔

واجب:

واجب کے اصطلاحی معنیٰ ہیں عرف عام میں ضروری اور کسی چیز کا وجوب، شرع میں یا قرآن واحادیث میں جو امر کے صیغے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ انگریزی میں برمگ، تحویٔ، نیل یا اس کام کی تاکید شدید سے، یا اس کے ترک کرنے سے عذاب یا کوئی

سخت خرابی وفساد کا پیدا ہونا ظاہر کیا جائے۔

واجب اور فرض میں فرق:

واجب وفرض کا فرق صرف علمی مرتبہ میں ہے، دلیل یقینی سے ثابت ہے تو فرض، ظنی سے ثابت ہے تو واجب مگر عمل میں لانا اور اس پر کاربند ہونا دونوں میں ضروری ہوتا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ جس کی بات پر ہمیں اعتبار ہو، خواہ دلیل معلوم نہ ہو ہمیں وہ بات مان لینی چاہئے۔ اور ایسے لوگوں کو مقلد کہتے ہیں، یعنی تقلید کرنے والے۔ مخالف کہتے ہیں تقلید شخصی کہ جس کے ہم معنیٰ بیان کر آئے ہیں کسی دلیل یعنی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ یعنی کسی کی بات محض اعتبار سے نہ ماننا چاہئے، بلکہ کوئی بات ہو بغیر دلیل یعنی قرآن وحدیث کے نہ ماننی چاہئے۔ گو اس مناظرہ میں ہمارے مخاطب فاضل نے بیان نہ فرمایا ہو مگر ان کے ہم مشرب لوگوں کی کتابوں اور رسالوں میں ایسے ماننے کو بدعت بلکہ شرک لکھا ہے (دیکھو اعتصام السنہ تصنیف ملاّ عبداللہ عرف جھاؤ جس کے مرید اس جلسہ میں بھی بہت ہوں گے)۔

یہ بیان کر کے مولانا چپ ہو گئے اور گھنٹے کی طرف دیکھنے لگے، جب پانچ منٹ کیا بلکہ دس بارہ منٹ پر سوئی آ گئی تو فرمایا کہ الحمد للہ ہمارے مخاطب فاضل اور ان کی پارٹی نے حسب قرارداد ہمارے بیان کردہ نزاعی مسئلہ کے معنیٰ اور اس کی تشریح تسلیم کر لی۔ ثالثوں نے بھی کہہ دیا ضرور مان لیا اب اس میں انکار کی ان کو کوئی گنجائش نہیں۔

ترک تقلید کے نتائج اور جواب دعویٰ کے مقاصد:

اس کے بعد مولانا نے ثالثوں سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ترک تقلید کے

نتائج اور جواب دعویٰ کے مقاصد بھی بیان کردوں جن کو معنیٰ کی اور بھی تشریح سمجھنا چاہئے،
ثالثوں نے کہا بہت بہتر ہمیں مزہ آ گیا اور آج ہم اس کے معنیٰ سمجھے اور بھی بیان کیجئے یہ
سب وقت آپ کے وقت سے زائد ہم اپنی طرف سے آپ کو دیتے ہیں۔

مولانا نے پھر تقریر شروع کی۔ ہمارے مخالف فریق نے جواب دعویٰ میں ہمیں
اس بات کی اجازت دے دی کہ ہم قرآن مجید کی پابندی سے آزاد ہو جائیں۔ اس لئے کہ
قرآن مجید تخمیناً تیرہ سو برس ہوئے، اس عربی زبان میں نازل ہوا ہے جو آج عرب میں بھی
نہیں بولی جاتی، مرور زمانہ سے زبانوں میں ہر کہیں تغیر آ جاتا ہے وہاں بھی آ گیا اب جو معنیٰ
ہمیں معلوم ہوں گے تو لغات کی کتابوں سے (ڈکشنریوں سے) اور ان اہل لغات کے جس
قدر اقوال ہیں کہ صلوٰۃ کے یہ معنیٰ، زکوٰۃ کے یہ معنیٰ مثلاً ان کے اقوال پر قرآن و حدیث
سے کوئی دلیل نہیں۔ پس نہ ماننا چاہئے۔ اسی طرح آیات کے ناسخ و منسوخ ہونے پر قرآن
مجید سے تو قطعاً احادیث صحیحہ سے بیشتر کوئی دلیل نہیں کہ یہ آیت ناسخ ہے، یہ منسوخ، یہ
مشترک ہے، یہ ماوّل، یا یہ خاص، یہ عام الفاظ ہیں علیٰ ہذا القیاس جس قدر باتیں زباندانی
اور تفسیر و تشریح آیات خصوصاً آیات احکام کے متعلق ہیں اور مطالب کے سمجھنے کا انہیں پر
دارومدار ہے سب پر کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں صرف لوگوں کے اقوال ہیں جو محض
اعتبار سے مانے جاتے ہیں اور یہ تو وہی تقلید ہے پس نہ ماننا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی آزادی
پسند یہ چاہے کہ بیوی کی حقیقی بہن کو بھی نکاح میں لائے تو ان کی قرارداد کے موافق لاسکتا
ہے، غایۃ الامر اس کے جواب میں فاضل مخاطب یہ آیت پڑھیں گے:

''و ان تجمعوا بین الاختین''

کہ دو بہنوں کا جمع کرنا تم پر حرام ہے۔

تو آزاد غیر مقلد کہہ دے گا کہ جمع سے مراد ایک مکان میں جمع کرنا ہے تاکہ لڑائی نہ ہو نہ کہ نکاح میں جمع کرنا، دکھاؤ قرآن یا صحیح حدیث میں جو آیت کی تفسیر ہو کہاں لکھا ہے کہ ''جمع فی النکاح'' مراد ہے۔ رہے مفسرین کے اقوال سو وہ بے دلیل یعنی بے قرآن و حدیث ماننا تقلید ہے جو ثابت نہیں بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح وہ باوجود قدرت کے اگر رمضان المبارک کے روزے بھی چھوڑ دے اور صرف فدیہ دے کر چھوٹ جائے تو ممکن ہے وہ اس آیت کو سند بنا لے گا:

''وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ''

کہ جو شخص روزۂ رمضان کی طاقت رکھتے ہیں ایک محتاج کا کھانا فدیہ دے دیں۔

اگر فاضل مخاطب کہیں گے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا ''يُطِيْقُوْنَهٗ'' باب افعال سے ہے جس کی ہمزہ سلب کے لئے ہے کہ جن کو طاقت نہ ہو یا کہیں لا مقدر ہے تو وہ کہہ دے گا قرآن کی آیت یا کوئی حدیث صحیح اس پر پیش کیجئے ورنہ کسی کے قول کو میں نہیں مانتا کیونکہ بغیر قرآن و حدیث کے کسی کی بات اعتبار سے مان لینا تقلید شخصی ہے جس کو میں نہیں مانتا۔ اسی طرح صلوٰۃ کے اور زکوٰۃ کے معنیٰ میں وہ جس قدر چاہے ایجاد کر کے دونوں سے آزادی حاصل کرلے پھر ہر ہر بات پر قرآن مجید کی آیت یا حدیث صحیح اس کے سامنے آج کل کا کوئی مولوی کب پیش کرسکتا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر ہمارے مخاطب فاضل کی وہ گفتگو جو مجھ سے پہلے کی ہے آیت ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ'' کے جواب میں کہ یہ خطاب ان کے لئے ہے جو اس وقت موجود تھے............الخ اس غیر مقلد آزاد طبع کے لئے بڑی قوی دلیل ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ شرعی خطابات ''اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، اٰتُوا الزَّكٰوةَ'' وغیرہا اس وقت کے موجود لوگوں کے لئے ہیں تیرہ سو برس بعد والے اس وقت کہاں تھے جو ان کو بھی شامل

ہوں پھر ان پر نماز و زکوٰۃ ، روزہ و حج کیونکر واجب ہو گئے اگر کہتے ہو کہ یہ خطابات سب کے لئے ہیں تو قرآن و حدیث سے بتاؤ کیونکہ بے دلیل کسی کی بات ماننا تقلید شخصی ہے جس کا ہم کو انکار ہے، ع ''لو یہ قصہ ہی سب تمام ہوا''۔ اب دیکھوں فاضل مخاطب اس کے سامنے کون سی آیت اور کون سی حدیث پیش کرتے ہیں؟ اور یہ بھی سہی اگر وہ یوں کہے کہ امر کے صیغوں سے وجوب نہیں ثابت ہوتا ہاں اگر ان احکام کو عمل میں لے آئے تو بہتر ورنہ اس پر کوئی ترک واجب کا گناہ بھی نہیں اگر دعویٰ ہو تو کسی دلیل یعنی قرآن و حدیث سے ثابت کرو ورنہ بے دلیل کسی کی بات ماننا تقلید ہے جس کا ہم کو انکار ہے۔ لیجئے فیصلہ ہی ہو گیا، اور بھی صدہا نظائر ہیں۔

اسی طرح اس جواب نے احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی آزاد کر دیا۔ کیونکہ اول تو متون احادیث میں یہی کلام ہو گا جو قرآن مجید کی بابت ہوا۔ دوم احادیث آج کل کے لوگوں نے بلکہ آنحضرت ﷺ کے بعد والوں نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے تو سنی ہی نہیں راویوں کے ذریعہ سے پہنچیں ہیں اب راوی ثقہ اور حافظ ہیں تو حدیث معتبر ورنہ غیر معتبر اس بات کو ہمارا فاضل مخاطب بھی تسلیم کرتا ہے اب راویوں کے حالات دیکھنے پڑے وہ بجز اسماء الرجال کی کتابوں کے اور کہیں نہیں ملتے۔ (ناظرین) اسماء الرجال کیا؟ اسماء الرجال راویوں کے لائف، اور ان کی ہسٹری، اب ان کتابوں کے مصنفین کے اقوال پر دارومدار حدیث کا رہ گیا جس کو یہ ثقہ اور حافظ کہیں وہ معتبر ہے جس کو غیر معتبر کہیں وہ غیر معتبر۔ اب ان مصنفین یعنی آرتھروں کے قول کی کیا دلیل ہے کوئی آیت یا حدیث؟ ہرگز نہیں۔ پھر ان کو بے دلیل یعنی بغیر قرآن و احادیث تسلیم کرنا جو محض اعتبار سے ہے تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟ اور تقلید میں کیا لگا ہوا ہے؟

اس کے علاوہ اس جواب نے دنیاوی امور میں بھی قافیہ تنگ کر دیا جغرافیہ، تاریخ سب بے کار ہو گئے خط اور کسی کی تار برقی بھی قابل اعتبار نہ رہی کیونکہ فاضل مخاطب تو بغیر قرآن و حدیث کے ٹکڑا ہی نہیں توڑتے ان چیزوں پر قرآن و حدیث کی کیا سند ہے؟ کہ فلاں مؤرخ صحیح کہتا ہے یا غلط؟

شاید فاضل مخاطب اور ان کی پارٹی کے دل گدگدا رہے ہوں گے کہ ذرا مہلت ملے تو ان سب باتوں کا ہم ایک ہی جواب میں فیصلہ کر دیں کہ ہمارا کلام ائمۂ مجتہدین کی تقلید میں ہے جو قیاسی اور استنباطی مسائل ماننے کی بابت تکرار ہے نہ کہ اور لوگوں کی۔ بے شک اس جواب سے ہمارے یہ اعتراض اٹھ گئے مگر ایک اور بڑی مستحکم زنجیر میں مجیب بند ہو گیا کہ جس سے رستگاری ناممکن ہے وہ یہ کہ پھر اس پر کیا دلیل یعنی قرآن و حدیث کی سند ہے کہ اور دنیا بھر کے لوگوں کی تقلید کرو لغوی کی نحوی کی صرفی، مؤرخ کی فلاں کی فلاں کی اور نہ کرو تو ائمۂ مجتہدین کی جن کے اقوال قرآن و احادیث کے سرچشمہ سے نکلے ہیں یا صحابہ و تابعین کی جنرل کمیٹی (اجماع) سے لئے گئے ہیں یا زبان کے محاورات کی طرف مستند ہیں جن میں اہل زبان و اہل زمان اور اس فن میں کامل ہونے کی وجہ سے وہ استاد مانے گئے تھے؟ یہ وہی بات ہے ع ''ایں جملہ شد حلال و لے می حرام شد'' دیکھیں اس فرق پر ہمارے مخالف حضرات کون سی آیت اور کون سی حدیث پیش کرتے ہیں ورنہ یہ بھی تقلید ہے جو ان کے پرانے ملاؤں نے کہہ دیا ہے کہ ائمۂ مجتہدین کی تقلید نہ کرنا اور بیتا سب کی کرنا کیونکہ تقلید کرنے سے مشرک بدعتی ہو جاتا ہے افسوس صد افسوس۔ کہاں گیا انصاف اور کدھر گئی عقل سلیم؟

اب میں فاضل مخاطب کے جواب دعویٰ کا جوہر دیکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں

تقلید شخصی کسی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، ثبوت اور وجود ہم معنیٰ الفاظ ہیں گویا آپ کے نزدیک تقلید کا وجود ہی نہیں نہ مقلدین موجود ہیں پھر مناظرہ کس سے ہوا؟ اور اگر یہ مراد کہ قرآن وحدیث سے اس کا وجود نہیں تو یہ کیا ضروری ہے کہ اشیاء کا وجود قرآن و حدیث سے ہوا کرے، ہمارا آپ کا وجود کون سی آیت کون سی حدیث سے ہے؟ غایۃ الامر آپ اس کو حرام ومکروہ کہتے ہوں گے پھر حرام ومکروہ چیزوں کا وجود بھی تو قرآن وحدیث پر موقوف نہیں شراب، زنا اور کوئی فعل کیا قرآن اور حدیث سے نکل کر موجود ہوا کرتا ہے؟ آپ کی مراد تو یہی ہے کہ فعل حرام مکروہ بدعت ہے پھر اسی بات کو تو مجھ سے پہلے آپ سے دریافت کیا گیا تھا جانے آپ کس مصلحت سے چھپاتے تھے؟ شاید اس سے کہ اس مجمع میں بڑے بڑے نامور اور معزز مقلدین برا نہ مانیں، پھر امام ابوحنیفہؒ کو مفسد اور کیا کیا کہتے ہوئے یہ مصلحت اور تہذیب کہاں گئی تھی؟

اب میں آپ کی خاطر اور نفس بد کی خواہش سے کہتا ہوں کہ اس مناظرہ میں آپ فتح پائیں اور ہم ہاریں۔ (اس کہنے سے لوگوں کے کان کھڑے ہوئے) کیونکہ جب تقلید شخصی ثابت نہیں اور پھر قرآن واحادیث کے آپ ہی خزانچی ہیں تو باوجودیکہ ہم بھی آپ کے ہم پلہ ہیں کس لئے اس عہدہ سے محروم رہیں اور کیوں آزادی کے مزے نہ اڑائیں۔

مذہب غیر مقلدین میں شرعی مسائل کی آزادیاں:

یہ آپ کا وضو ایک مضبوط وضو ہے کہ بحکم حدیث:

”حتیٰ یجد ریحا او یسمع صوتاً“

(شاید الفاظ حدیث یہی ہیں یا اور کچھ) نہ ذرا سی پھسکی سے ٹوٹے نہ نیند سے جائے، جب تک کہ بدبو نہ پھیلے یا آواز نہ گونجے یہ آپ کی نماز جو بغیر مطر وخطر دو وقت کی

نمازیں ایک ہی وقت میں پیشگی ادا کرتے ہیں اگر یہی آزادی اور آسانی ہم کو بھی ملے تو مہینے کی بھی پیشگی پڑھ کر روانہ کردیا کریں۔ اور پھر نماز بھی کیسی آسان اثناء نماز میں کنڈی کھول آنا یا لڑکا روتا ہو اس کو گودی میں اٹھالینا یا اشارے سے کسی کی بات کا جواب دے دینا یا بات چیت کرنے کے بعد بھی ایک رکعت کا جوڑ لگا کر سجدۂ سہو کردینا، اور پھر اس میں بھی تخفیف تین وتر کا ایک وتر، بیس تراویح کی آٹھ، پھر غسل وطہارت میں کس قدر آزادی ہے لڑکے شیر خوار کا پیشاب پاک، نجاست، گو، پیشاب، شراب، کوئی چیز ہو اگر پانی کے مٹکے یا لوٹے یا پیالے میں اس قدر پڑ جائے کہ پانی کا رنگ و بو مزہ نہ بدلے وہ پانی پاک اس سے وضو درست، تجارت کے مال میں زکوٰۃ ندارد، بیوی کے زیور میں خواہ لاکھوں روپے کا ہو زکوٰۃ نہیں، سفر کا کوئی اندازہ نہیں خواہ ایک ہی میل ہو، نماز میں قصر روزہ ندارد۔ (یہ مسائل درر بہیہ تصنیف قاضی شوکانی میں موجود ہیں جو اس فریق کا امام تھا اور یہ کتاب بقول نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم حنفیوں کے مقابلہ میں ہدایہ کے قائم مقام ہے اور اس کی صحت پر مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مہر بھی ہے) رات بھر بیوی سے صحبت کرو معجون ممسک کھا کر، انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں صبح کو کون نہائے یہ مسئلہ ہمارے دوست وہ جو سامنے عمامہ باندھے ہوئے بیٹھے ہیں ان کی کتاب ہدایت قلوب قاسیہ میں ہے۔ (وہ کے اشارے سے لوگ دیکھنے لگے تو فرمایا مولوی محمد سعید صاحب بنارسی) اور صاحب یہ کتنی آزادی ہے ایک مجلس میں بیوی سے لڑ کر اس کو تین کیا ہزاروں طلاق دے تو وہ سب جمع کر کے ایک رسی میں باندھ لی جاتی ہیں اور ایک طلاق گنی جاتی ہے پھر ملاپ کرلو، قرآن اور احادیث اور ائمۂ اربعہ اور جمہور اہل علم تین کے بعد پھر ملاپ کرنے کا بغیر حلالہ کے حکم نہیں دیتے اور یہ کتنا مزہ ہے جس آیت کے جو چاہو جو معنیٰ قرار دے لو اگر کسی

نے کہا یہ مفسرین کے خلاف ہے تو کہہ دیا ہم ان کے مقلد نہیں ہماری سمجھ میں یوں ہی آتا ہے اور جس حدیث کو چاہو خلاف مقصد دیکھ کر موضوع یا ضعیف کہہ کر کے عقب گزاری کرلو۔ اور اپنے مطلب کے لئے ضعیف کو قوی کرلو۔ اور اجماع امت تو کوئی دلیل ہی نہیں خواہ اجماع خلاف ہو تو پروا کیا ہے رہا ائمۂ مجتہدین کا استنباط اگر وہ موافق ہے تو سڑیل اور گھٹیا لوگوں کے اجتہاد و قیاسات پر بھی عمل ہے اور وہ سنت ہے اور خلاف مقصد اس فن کے ائمہ کا استنباط عقلی ڈھکوسلا اور بدعت ہے اور بھی مزے ہیں جن کو میرے دوست خوب جانتے ہیں میں ان کا اظہار مصلحت وقت نہیں سمجھتا۔ پھر اگر تقلید ثابت نہیں تو ہم پر کیا پڑی جو ان احکام کے بوجھ سر پر لیں اور آزاد نہ رہیں اور ہمارے معاصر آزاد رہیں۔

مگر خدا تعالیٰ سے یہی آرزو ہے کہ وہ مجھ ناچیز کے ذریعہ سے حق ثابت کرے اور مسئلہ تقلید کا ثبوت ہمارے مخالفوں کے دلوں پر اثر کر جائے اور ان کے شبہات دور ہو جائیں آمین آمین۔ یہ اس لئے کہ نفس بد کی آزادی توڑنے کو انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے ہیں اور نیز اگر تقلید شخصی شرک ثابت ہوگی یا بدعت و مکروہ تو ہمارے بھائیوں کا بنا بنایا جھوپڑا بگڑ جائے گا جب کہ وہ قصر معلیٰ نہ رہا تو اس کی بھی خیر منائیں اس لئے کہ جس طرح یہ لوگ (غیر مقلدین کی طرف اشارہ کر کے) مولانا نذیر حسین صاحب یا مولوی عبدالعزیز صاحب یا کسی اور صاحب کے قول کو اس اعتبار سے مانتے ہیں کہ مولانا قرآن و حدیث سے کہتے ہیں اسی اعتبار سے ہم ان سے بڑھ کر مولانا اور مولویوں کے استاذ ائمۂ مجتہدین کے قول کو مانتے ہیں نہ یہ کہ وہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی شئی ہیں۔ حالانکہ ان کے علم اور تقویٰ اور زبان دانی اور قرب عہد رسول اللہ ﷺ کو دیکھو اور ان حضرات کے علم و تقویٰ کو ان کے مقابلہ میں غور کرو، اور علوم کو تو جانے دیجئے صرف عربی زبان دانی کے

متعلق کہ جو قرآن و حدیث کی اصلی زبان ہے میرا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ حضرات مخاطبین سے دس بیس لغات عرب کے معنیٰ پوچھے جائیں یا نابغہ واعشیٰ وزہیر وغیرہ شعراء عرب کے چند اشعار پڑھ کر مطلب پوچھا جائے تو قلعی کھل جائے اور اسی طرح ہماری زبان میں جو ناموں میں حالات کے اعتبار سے تفاوت ہے اس کی عربی پوچھی جائے تو نئے سرے سے طالب العلمی کرنے کی حاجت پڑے، رہے محاورات و امثال سو وہ تو بڑی چیز ہے۔ اور اس سے یہ نہ سمجھیں کہ میں ان باتوں سے باہر ہوں یہ نہیں، اجی حضرت میں بھی ایسا ہی ہوں اگر کوئی برا نہ مانے تو دو ایک پشت کے ہمارے اساتذہ بھی ان باتوں پر حاوی نہیں تھے، دیکھئے ہماری زبان میں کلمہ ہاں کا ہے اب اگر اس کو نرم آواز سے ادا کیا جائے تو اس کے معنیٰ اثبات اور کہیں استفہام اور بلند آوازی اور درشتی سے کہو تو نفی کے معنیٰ دیتا ہے پھر راوی تو اس کلمہ کو نقل کر دے گا یہ لب ولہجہ اور آواز اور حال کیونکر بتائے گا:

گر مصور صورت آن دل ستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

انہیں مشکلات سے تو ان اگلے بزرگوں کی تقلید کی جاتی ہے، پھر جب ان کی تقلید حرام و ممنوع ہے تو ہمارے معاصروں کا قول بھی ان کی اس جماعت کو ماننا حرام ہو جائے گا، یہ بے چارے کیا جانتے ہیں کہ دلیل کس پہاڑ کے پتھر کو کہتے ہیں؟ یہ تو صرف یہی جانتے ہیں کہ ہمارے مولوی صاحب ہیں جو کچھ کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں، پھر یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟ ہاں اس قدر فرق ہے کہ ہم ان سے بڑے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں یہ ان کی

"فکر ہر کس بقدر ہمت اوست"

چندے سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے آکھڑے ہونا انہیں کا کام ہے۔

یہ تھے موردِ نزاع کے معنی اور تقلید کے مسئلہ کی تشریح اب میں دلائل بیان کرتا ہوں، ثالثوں نے بڑے شکریہ کے بعد کہا وقت ہو چکا اور کل کے اجلاس میں پیش کیجئے، ہم کو بڑی باتیں آپ کی تقریر سے معلوم ہوئیں اب پورے طور سے اس نزاعی مسئلہ کو سمجھ گیا کہتے ہیں پچھلے لوگوں میں اب بھی بڑے خوش بیان اور پرگو لوگ ہیں اب مناظرہ کا لطف آئے گا۔

ادھر مجلس کی یہ کیفیت تھی کہ مجلس ہمہ تن گوش تھی اور لوگوں کو ایک وجد آرہا تھا واہ واہ سبحان اللہ کے نعرے بلند ہوتے تھے، بہت نے تو بعد اختتام تقریر یہ کہہ دیا کہ اب ہم کو دلائل سننے کی کوئی ضرورت نہیں مولانا نے سب کچھ ثابت کر دیا ہے اور ہماری پوری بات تسلی ہوگئی ہے۔ اور بڑے بڑے لائق لوگوں نے یہ بھی کہا جس کا اظہار دعویٰ میں یہ کمال ہے دلائل میں تو کیا لطف ہوگا۔ مجلس برخاست ہونے سے پہلے پھر تو فریق ثانی کے مولوی صاحبوں کی طرف سے دھڑا دھڑ سلام و مزاج پرسی کے آوازیں آنے لگیں، ادھر مولوی محمد سعید صاحب نے جھک کر بانس پر ہاتھ رکھ کر کہا: مولانا ہمارے مذہب کی زیادہ رسوائی نہ کیجئے، اس لئے کہ آپ واقف تو ہیں، مولانا نے فرمایا: اسی قدر کروں گا کہ جس قدر اس کی ضرورت ہوگی۔ لوگ ہنس پڑے۔

مصافحوں اور قدم چومنے سے فرصت نہ تھی قیام گاہ تک یہی حال رہا وہاں بھی ایک ہجوم تھا، ثالثوں میں سے بھی بعض صاحب ملنے کو آئے اور داد دیتے رہے۔ فریق ثانی پر ایک مایوسی چھاگئی۔ آج کی تقریر سے وہ سمجھ گئے کہ جن باتوں کو ہم کچا دھاگا سمجھے ہوئے تھے آج وہ لوہے کی سخت زنجیریں بن گئیں جن میں چاروں طرف جکڑ لیا ہے۔ رات کو قیام

گاہ پر ان کے مخبر بھی آتے تھے کہ کیا تدبیر کل کے لئے ہو رہی ہے ادھر وہ رات بھر تقریرات و باہمی قیل وقال میں مصروف رہتے لوگوں کو بڑی خوشی ہوتی تھی کہ دیکھئے کل میدان مناظرہ میں فریق مخالفین کو کس طرح دباتے ہیں اور درہم برہم کرتے ہیں۔ اگلے روز کے لئے اور بھی زیادہ ہجوم ہوا، صبح سویرے ہی سے میدان کارزار میں لوگ آنے شروع ہوئے کیونکہ اگلے روز بہت سارے لوگوں کو شامیانے کے نیچے جگہ نہیں ملی تھی۔ رات بھر احناف کی فرحت خصوصاً رؤساء ورلجہ میاں کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا ان کی باتوں میں دو بجے رات تک مولانا کو سونا نصیب نہیں ہوا، بنگالی صاحب بھی دیدار کرنے کو جوق جوق آرہے تھے، صبح کو مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے فرمایا ہتھیار سنبھالئے وقت جنگ قریب آگیا پھر آپ نے ہی فرمایا: بھائی، اللہ نے اس بات کے لئے تمہارا سینہ کھول دیا ہے پہلے سے تدبیر کی تم کو کوئی ضرورت نہیں، اب ایک بج گیا ظہر کی نماز پڑھ چکے میدان کارزار میں طرفین کے ہتھیار یعنی کتابوں کے انبار اسی سلیقہ اور قرینہ سے لگ گئے ثالث آنے شروع ہوگئے، میدان بھر گیا، شامیانہ کے نیچے پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہ رہی ارد گرد بھی ہجوم ہوگیا خاصہ میلا ہوگیا خونچے والے آبیٹھے اور بازار لگ گیا اب سب کی آنکھیں رلجہ میاں کی کوٹھی کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ یہاں سب نے چلنے کی تیاری کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ مولانا بھی باہر نکلے اگلے روز سے بھی زیادہ آؤ بھگت ہونی شروع ہوئی لوگوں کی انگلیاں اٹھنے لگیں اشارے ہونے لگے کہ وہ یہ ہیں۔ مولانا اسی قرینہ سے آکر بیٹھ گئے اور فریق مخالف نے بھی کتابوں کی باڑ آگے چن کر صف باندھی، طرفین سے نظارے و اشارے ہو رہے ہیں ہاتھوں سے مزاج پرسیاں بھی ہو رہی ہیں اتنے میں مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے فرمایا کہ لو بھائی بسم اللہ کرو اور کھڑے ہو جاؤ مولانا بسم اللہ کہہ کر کے کھڑے

ہوئے اور مجلس میں ادھر ادھر دیکھا ہر طرف سے سلام کے لئے ہاتھ اٹھ رہے تھے مولانا بھی ہاتھ سے جواب دے رہے تھے ادھر ثالثوں سے باہمی سلام و مزاج پرسی شروع ہوئی، یکدم بابو صاحب نے فرمایا کہ شروع کیجئے۔

چھٹا اجلاس

مولانا نے فرمایا آج تقلید شخصی پر دلائل پیش کرتا ہوں، مگر سب سے پہلے ایک بات عرض کرنا ضروری جانتا ہوں وہ یہ کہ میں مدعی ہوں دلائل پیش کرنا میرا منصب ہے جہاں تک ممکن ہو مخالفین کی مسلم کتابوں سے دلائل ہونے میں جلد فیصلہ ہو جاتا ہے اب فریق مخالف مہربانی فرما کر یہ کہہ دے کہ اس ڈھیر میں سے جو دور تک ان کے آگے چنا ہوا ہے ان کے نزدیک کون کون کتاب مسلّم ہے یا کوئی بھی نہیں صرف دکھانے کے لئے ڈھیر لگا رکھا ہے؟ (مولوی عبدالعزیز صاحب) آپ بھی اپنی مسلّم کتابوں کی فہرست پہلے پیش کیجئے تب ہم سے مانگئے (مولانا) میں مدعی ہوں اثبات میرے ذمہ ہے حاجت مجھ کو ہے آپ منکر ہیں آپ کو کوئی حاجت نہیں آپ کا سکوت ہی کافی ہے اگر ہم سے ثبوت نہ ہوگا دعویٰ خارج ہو جائے گا۔ بعض ثالثوں نے مولانا کی بات کو ترجیح دی بعض نے کہا طرفین سے پیش ہونی چاہئے، گڑ بڑ ہونے لگی (مولانا) آپ اس بحث کو چھوڑ دیجئے میں فہرست دینے کو آمادہ ہوں۔ ایک یورپین صاحب جو ثالثوں کے کمرہ میں تھے (غالباً وہ بھی ثالث تھے) پہلے آپ فہرست پیش کیجئے پھر ان سے مانگئے (مولانا) بہت بہتر۔ مولانا مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب نے اپنی طرف اشارہ کیا مولانا نے جھک کر ان کے منہ سے کان لگایا مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب نے فرمایا بھائی فہرست دینا کوئی سہل بات نہیں کتابیں مختلف درجہ کی ہیں، یہ کام تامل و مہلت چاہتا ہے۔ (مولانا) آپ اطمینان رکھئے ایک ہی جملہ میں

فیصلہ ہے۔ مولانا نے فرمایا لیجئے ہماری فہرست لکھئے ثالثوں نے کہا فرمایئے (مولانا) جس قدر مسلمانوں کی کتابیں ہیں ہمارے نزدیک سب مسلم ہے، (اتنا جملہ سن کر مخالفوں کے چہروں پر فرحت طاری ہوگئی کہ لو مار لیا اور اس فریق والے حیرت میں تھے کہ یہ کیا کہہ دیا!) مگر ان کتابوں میں جن جن مقامات پر مصنفین سے غلطیاں ہوگئیں کس لئے کہ وہ معصوم نہ تھے وہ مواضع قابل سند نہیں۔ یہ کہنا تھا کہ واہ واہ کا نعرہ بلند ہوا اور ثالثوں نے بھی سن کر منہ کے اشاروں سے یہ کہہ دیا کہ خوب نکل گئے (مولانا) لیجئے یا تو ہماری تقلید کر کے آپ بھی یہی کہہ دیجئے یا اپنی محققانہ فہرست دیجئے۔ اس میں فریق ثانی کے مولویوں میں باہم کانا پھوسی شروع ہوئی، ادھر مولانا ساکت کھڑے ہیں کئی منٹ تک باہم گفتگو مخفی طور پر ہوتی رہی جب دیر ہوئی مولانا نے فرمایا اس میں جس قدر وقت زیادہ صرف ہوگا میں اپنے مہربان ججوں سے لینے کا مستحق ہوں گا، ججوں نے تقاضا کیا اور کہا مہلت لیجئے یا جواب دیجئے سپیکر کے مضامین کی آمد میں اس قدر وقفہ باعث حرج ہے۔ آخر الامر مولوی عبدالعزیز صاحب بولے لکھئے صحیح بخاری۔ (مولانا) مکمل یا بعض؟ اگر بعض ہے تو اس کے مقامات متعین ہونے چاہئیں۔ (مولوی عبدالعزیز صاحب) مکمل۔ اور صحیح مسلم اس پر بھی یہی سوال ہے (مولوی عبدالعزیز صاحب) اس کا بھی وہی جواب ہے۔ یعنی مکمل از باء بسم اللہ تا تائے تمت۔ اور میزان الاعتدال وہ بھی مکمل۔ اور تقریب التہذیب وہ بھی کل۔ (مولانا) بس (مولوی عبدالعزیز صاحب) بس۔ مولانا۔ اچھا یہ فرمایئے کہ ان چاروں کتابوں کے قول کو آپ ضرور مانتے ہیں یا اختیاری بات ہے؟ (مولوی عبدالعزیز صاحب) ضرور مانتے ہیں اور ماننا لازم واجب ہے۔ ثالثوں نے پوچھا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کو تو ہم جان گئے کہ حدیث کی کتابیں ہیں مگر یہ دونوں کتابیں کس بیان میں ہیں؟ (مولانا) راویوں کی تاریخ یا

ہسٹری۔ ان کے مصنفین تخمیناً تین ساڑھے تین سو برس کے زمانہ میں گزرے ہیں۔

جب یہ فہرست تمام ہوچکی تو مولانا نے فرمایا اب مجھے ڈگری دینے میں ہمارے لائق ججوں میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا بموجب اس دستاویز اقراری کے کہ جس کی ابھی آپ صاحبوں کے سامنے رجسٹری ہوئی ہے اور یہی تمسک میرے بیان اور میرے دلائل میں (اول دلیل) ہے۔ اس طرح سے کہ اب میں چاروں کتابوں کی بابت سوال کرتا ہوں کہ آپ ان کو دلیل سے مانتے ہیں اور دلیل آپ کے نزدیک قرآن وحدیث ہے؟ تو آپ کوئی آیت یا کوئی حدیث چلو صحیح نہ ہو ضعیف ہی سہی پیش کیجئے کہ جس میں آیا ہو کہ تم صحیح بخاری وصحیح مسلم اور دونوں تاریخی اور لائف کی کتابوں کو مانو اور آپ کو مہلت ہے گھر جاکر بھی کوئی حدیث یا آیت ملے تو لکھ بھیجئے گا۔ اور اگر کوئی آیت یا حدیث نہیں اور قطعاً نہیں ہے تو پھر آپ کا ان کو محض اعتبار سے تسلیم کرنا وہی تقلید شخصی ہے کہ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں اور اس کے وجوب کا ضروری ماننا کہہ کر آپ بھی اقرار کر چکے ہیں۔ کلام تقلید میں ہے کسی کی ہو۔ یہ کہنا تھا کہ مجلس کو وجد آگیا اور بے اختیار سب ہی کے تو منہ سے نکل گیا کہ واہ واہ سبحان اللہ کیا ہندو کیا مسلمان سب تو واہ واہ کرنے لگے اور صدائے واہ واہ سے میدان رزم گونج اٹھا (دوی الصوت مراد ہے کہیں برج کا گونجنا سمجھ کر اعتراض نہ جڑ دیجئے گا) اور جماعت مخالف کے چہروں پر عجیب پژمردگی چھاگئی اور دل میں کہتے ہوں گے اچھی فہرست پوچھی کس دھوکے سے دے مارا۔

ذرا مجلس کی آواز کو سکوت ہوا تو مولانا بولے اور سنئے (یہ کہنا تھا کہ سناٹا ہوگیا دیکھئے اب اور کیا کہتے ہیں؟) مجھے افسوس ہوا کہ تقلید ترک کرنے کی بدولت ہمارے مخالف سے سب علوم اور کل کتابیں چھین لی گئیں اس قدر ڈھیر میں سے صرف یہ چار کتابیں ان

کے پاس رہ گئیں اور باقی کتب حدیث و تفاسیر و قرأت وغیرہ سب ہماری ہیں یہ ہماری کتابیں آگے رکھ چھوڑیں ہیں دکھانے کو۔ اس پر بھی ایک خفیف نعرہ ہوا، آواز پست ہوئی تو فرمایا اور سنئے بڑا افسوس ہے کہ ترک تقلید کی بدولت قرآن مجید بھی آپ کی کتب مسلمہ کی فہرست میں نہ آیا وہ بھی ادھر ہی رہ گیا۔ یہ کہنا تھا کہ شور وغل مچ گیا واہ واہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اب مولوی عبدالعزیز صاحب ادھر آنکھیں نہیں ملاتے، سر نیچا کر کے فرش کو دیکھنے لگے۔ ثالثوں نے بھی باہم کہا کہ واہ واہ کیا ہی الزام دیا اور کس حکمت عملی سے کام لیا ہم نے کبھی کبھی بڑے لائق بیرسٹ ایٹ لاؤں کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

خاموش خاموش۔ مجلس نے خاموشی اختیار کی۔ (مولانا) ہمارا فاضل مخاطب اور ان کی پارٹی یہ نہ کہے کہ تقلید پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل تو بیان کی نہیں ویسی خالی جگڑ بندیوں سے کام لیا اب قرآن و احادیث سے بھی چند دلائل بیان کرتا ہوں مگر بہت تھوڑے کس لئے کہ اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی اور مجھ سے پہلے ہماری طرف سے دلائل بھی بیان ہو چکے۔ بعض ثالثوں نے فرمایا کہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کسی قدر فقہ و حدیث کی بابت بھی پہلے ریمارک (رائے) کر دیں تا کہ ہم اور بھی مستفید ہو جائیں۔ پھر ایسا موقع کہاں ملے گا؟ (مولانا) بہت اچھا مگر اس میں جس قدر میرا وقت صرف ہو میرے دلائل بیان کرنے کے وقت میں محسوب نہ ہو۔ (ثالث) نہیں یہ وقت محسوب نہ ہوگا۔

فقہ و حدیث اور ان کی جمع و تالیف پر مختصر ریمارک

ابتداء اسلام میں لکھنے کا رواج کم تھا جس قدر قرآن مجید نازل ہوتا تھا نبی کریم ﷺ حفاظ کو یاد کرا دیتے اور کاتبوں سے لکھوا دیتے تھے، مگر دارمدار حفظ پر تھا بہت سے

حافظ آپ کی حیات میں تھے کہ جن کو تمام وکمال قرآن یاد تھا اور ان کی نوک زبان پر تھا، بس یہی ایک کتاب اس وقت مسلمانوں کے پاس تھی یہی ان کے جملہ علوم اور اقبال مندیوں اور دینی و دنیاوی سعادتوں کا سرچشمہ یا مضبوط سیڑھی تھی۔ ہاں بعض صحابہ نے کچھ کارآمد اور ضروری مسائل بھی آپ سے پوچھ کر قلمبند کر لئے تھے۔

چند ضروری مسائل اور ان کی تحریر:

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ملک یمن کے قاضی بنا کر بھیجے گئے تھے انہوں نے زکوۃ اور قتل کے متعلق کچھ مسائل پوچھ کر لکھ لئے تھے، وہ بھی آپ کے لئے ایک قانون یا ایکٹ تھا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ نے بھی لکھ لئے تھے جیسا کہ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ نے اپنے اپنے قرآن میں رفرنس کی طور آپ سے سنے ہوئے الفاظ بھی لکھ لئے تھے جو آپ نے اثناء تلاوت قرآن میں بطور تفسیر کے بیان فرمائے تھے (اسی کو بعض نے قرأت منسوخہ سمجھ لیا ہے جس کو بوقت جمع قرآن نہ لینے سے منسوخ سمجھ لیا) آنحضرت ﷺ کے بعد جب مسلمانوں کے فتوحات مشرق ومغرب میں پھیلے اور ان کے برکات وارشاد کے ستارے چمکنے لگے اس وقت تک بھی ان کے پاس بجز قرآن مجید کے کوئی کتاب نہ تھی (صحابہؓ کے عہد میں) ان کے بعد تابعین کے عہد تک بھی یہی بات رہی۔ ہاں قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق یا احکام کے متعلق یا آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کے متعلق یا اس وقت کے وقائع کے متعلق روایات کا ایک بڑا ذخیرہ اور ایک بھاری کتب خانہ ان کے وسیع سینوں کی الماریوں میں ضرور آب وتاب کے ساتھ چنا ہوا تیار رہتا تھا۔ (موتی بابو یہ سچ ہے کس لئے کہ ہر مذہب کی ابتدائی حالت ایسی ہی ہوتی ہے) اب تابعین کے عہد میں صحابہ کے بعد کا عہد ہے مسائل میں حوادث پیش آنے سے

اختلافات بھی شروع ہوئے اور ہونے بھی چاہیے تھے، مگر جب لوگوں کو کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی تھی وہ اس وقت کے بڑے بڑے علماء سے پوچھ لیا کرتے تھے وہ ایک دوسرے کام میں مصروف تھے زیادہ موشگافی کی حاجت نہ تھی۔ وہ اپنی اسی سادگی پر چلتے تھے۔ صحابہ وتابعین کے عہد میں بڑے بڑے علماء بوقت ضرورت جب قرآن کی ظاہر عبارت میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تھے نہ کوئی آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ان کے پاس ہوتا تھا تو اجتہاد و استنباط بھی کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ و عبداللہ بن عمرؓ وعبداللہ بن زبیرؓ و عبداللہ بن عباسؓ وعلی مرتضیٰؓ و معاذ بن جبلؓ وغیرہ جن کے استنباط کی بہت سی نظیریں کتب احادیث میں موجود ہیں اگر ہمارے فاضل مخاطب انکار کرے تو پیش کرسکتا ہوں، سب سے بڑھ کر مجھے قرآن مجید کی ایک آیت یاد آگئی جس کو میں آگے دلائل کے ذیل میں بیان بھی کروں گا وہ آیت یہ ہے:

> ”وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.“ (والمحصنٰت پارہ ۵، رکوع ۸)
>
> کہ اگر اس پیش آمد بات کو رسول یا اولی الامر کے آگے پیش کرتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس کو جان لیتے اور اس کی تہ کو پہنچ جاتے۔

مجھے اس آیت سے صرف اسی قدر دکھانا منظور ہے کہ استنباط کا طریقہ ان بزرگوں میں بھی مروج تھا اور عقلاً بھی ہونا چاہیے اور اسی استنباط کو فقہاء قیاس کہتے ہیں اتنا فرق ہے کہ اس استنباط کے بھی قواعد مقرر کر لئے ہیں اور مجھے ایک حدیث بھی یاد آئی جس کو بخاری و مسلم تو نہیں مگر دیگر محدثین نے بسند معتبر نقل کیا ہے گو اس کے بعض اسناد میں ہمارے

مخالفین کو کلام ہو مگر ہمیں کچھ پروا نہیں۔

وہ حدیث یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے معاذ بن جبلؓ صحابی کو یمن کا جج یا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح سے فیصلہ کریں گے؟ معاذؓ نے عرض کیا کہ قرآن سے، آپ نے فرمایا اگر قرآن میں نہ ملے تو پھر کیا؟ عرض کیا سنت رسول سے، فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر کیا؟ عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد و استنباط کروں گا اس بات سے آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے، جو معاذؓ کی قابلیت کی دلیل تھی۔

اور ان اجتہادی مسائل میں باہم اختلاف بھی ہوتا تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا، تابعین کے زمانہ میں کسی قدر ان باتوں کے لکھنے کی طرف رغبتیں ہونے لگیں۔

سب سے پہلی مشہور تصنیف امام مالکؒ کی موطا ہے:

اور بعض نے کچھ تحریر بھی کی مگر مشہور تصنیف اس بارہ میں سب سے اول امام مالکؒ کی کتاب موطا ہے جس کی زمانہ نے بڑی قدردانی کی، اس کے بعد اور بھی تصانیف ہونے لگیں، چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے جو ہارون رشید کے قاضی تھے، قرآن واحادیث و اجماع صحابہؓ سے عملی مسائل کا انتخاب یا الکشن کر کے ان مسائل کو ضروری اور کار آمد سمجھ کر لکھا اور زیادہ تر چھ [1] کتابوں میں امام محمدؒ نے لکھا۔ یہ دونوں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے، اس سے پہلے احادیث کا ذخیرہ مرتب ہو چکا تھا اور بیشتر وہ اس فن کے اماموں کے سینوں میں تھا اور یہ لوگ اپنے شاگردوں کی جماعتوں کو درس دیا کرتے تھے، اسی طرح

---

[1] وہ چھ کتابیں یہ ہیں جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، و صغیر۔

خاص عملی مسائل کا انتخاب بھی ہو چکا تھا مگر وہ بھی اس فن کے ائمہ کے سینوں میں تھا اور اس فن کے بھی بہت لوگ تھے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس فن میں وہ نام پایا کہ بڑے بڑے استادوں نے ان کے آگے زانو ادب بچھا دیا۔ اور امام شافعیؒ نے کہہ دیا کہ:

"الناس فی الفقه عیال ابو حنیفه"

فقہ میں سب لوگ ابو حنیفہؒ کے بال بچے ہیں۔

انہوں نے استنباط کے قواعد مدون کئے اور قرآن و احادیث سے استخراج مسائل کے قانون باندھے جن کا مدار زبان دانی یا خداداد سلیقہ اور خوش فہمی پر ہے ایسے استخراج و استنباط کرنے والے کو مجتہد اور ان کے اس استنباط و استخراج کو قیاس کہتے ہیں۔ مجتہد کے لئے جس طرح قرآن مجید کے علوم پر عبور کامل اور زبان دانی اور خوش فہمی کا بہرہ وافر ضروری ہے اسی طرح پیغمبر خدا ﷺ کی احادیث علماء صحابہ و تابعین کے اقوال کا بھی ایک بڑا ذخیرہ پر ضرور ہے جو امام ابو حنیفہؒ کو آنحضرت ﷺ کے قرب زمانے اور کوفہ جیسے قبۃ العلم شہر میں سکونت کرنے سے جو اس عہد میں مسلمانوں کے علوم کا شہر اور صحابہؓ کی منزل گاہ تھا بہ آسانی ہاتھ لگ گیا تھا پھر تو ان کی خداداد طبیعت کے جوہروں نے جو کچھ اس میں جلا کی وہ اس وقت کے بڑے بڑے محدثوں اور فقیہوں اور مفسروں نے آنکھوں پر رکھ لی۔ ان کے دونوں شاگردوں کی تصانیف انہیں کے سینے کا ذخیرہ ہے۔

اب تو ہر فن کی تصانیف کا رواج بڑھنے لگا ہے، نحویوں نے نحو میں اور صرفیوں نے صرف میں اور قراء نے قراءت میں اور مؤرخوں نے خصوصاً صحابہ و پیغمبر خدا ﷺ کے متعلق تاریخ میں اور اہل دل نے تصوف میں اور اعتقادات کے متعلق اہل کلام نے عمدہ عمدہ تصانیف کیں، نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ مگر وہ جو عملی حصہ شریعت کا قرآن و احادیث و

اجماع صحابہؓ سے انتخاب کیا گیا اور حسب ضرورت اس میں استنباطی مسائل بھی ملائے گئے جو قرآن واحادیث سے باقاعدہ استخراج کیئے گئے تھے اور جس کو فقہ کہتے ہیں حاجت کی وجہ سے وہی مسلمانوں کے عبادات و معاملات کا قانون اور دستور العمل ہوگیا اور عدالت اسلامیہ میں اسی پر عمل درآمد ہونے لگا۔

ائمہ اربعہ کا تعارف:

امام ابوحنیفہؒ کے بعد دوسری صدی میں ایک اور بڑا نامور شخص پیدا ہوا جس کا نام محمد بن ادریس شافعی ہے۔ اس شخص نے بھی فقہ اور حدیث میں وہ نام پایا کہ بڑا امام ومقتدا مانا گیا۔ ان کی تحقیقات اور چھان بین کا بلاد اسلامیہ میں وہ چرچا پھیلا کہ کون تھا جو ان کو نہ جانتا تھا۔ یہ عجب اتفاقی بات ہے جس رات امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا وہی رات اس بحر العلوم کے پیدا ہونے کی ہے جس پر اس وقت کے اہل نظر نے یہ کہنا بہت مناسب جانا کہ خدا نے امت محمدیہ پر بڑا رحم کیا ایک امام کو اٹھالیا، دوسرے کو اس کی گدی پر بٹھادیا۔ امام شافعیؒ نے امام محمدؒ شاگرد امام ابوحنیفہؒ سے بھی بہت کچھ علم حاصل کیا ہے اس لئے یہ امام ابوحنیفہؒ کا بڑا ادب کرتے تھے اور نہایت تعظیم سے یاد کرتے تھے (ہائے اس زمانہ کے ہونہاروں کا دستور آج کہاں گیا جو بزرگوں کی گستاخی آج کل اپنے کمال کا بناوٹی ذریعہ سمجھا جاتا ہے) ان کے بعد امام احمد بن حنبلؒ نے شہرت پائی یہ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، خصوصا فن حدیث اور روایت کی باریکیوں میں تو یہ لاثانی مانے گئے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی مجتہد ومحدث بڑے بڑے گزرے ہیں مگر مقبولیت کسی کے بس کی نہیں، جس کو خدا نصیب کرے۔ یہ ہیں وہ ائمہ اربعہ چار مجتہد تمام مسلمانوں نے انہیں چاروں کے انتخاب کو مان لیا اور انہیں کے ترتیب دادہ مسائل پر چلتے ہیں آج سے نہیں سیکڑوں برس سے۔ پھر تخیی

نصف اہل اسلام تو امام ابوحنیفہؒ کے انتخاب کے پابند ہیں، ان کو حنفی کہتے ہیں، اور نصف میں سے آدھے سے زیادہ امام شافعیؒ کے انتخاب پر چلتے ہیں ان کو شافعی کہتے ہیں اور باقی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے پیرو ہیں ان کی مالکی اور حنبلی کہتے ہیں۔ مکہ، مدینہ، روم، شام، ترکستان، ہندوستان، مصر و ٹونس، الجیریا جہاں کہیں مسلمان ہیں وہ انہیں چاروں میں سے ایک نہ ایک کو مانتے ہیں، حنفی ہیں یا شافعی، مالکی یا حنبلی۔ اور جو ان سے باہر ہیں وہ بہت کم نہ کسی شمار میں نہ کسی قطار میں۔ ان چاروں کے فضائل بیان کرنے کو نہ مجھے فرصت ہے نہ لیاقت خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں جو بڑے بڑے علماء نے کتابیں لکھیں ہیں جیسا کہ جلال الدین سیوطیؒ، خطیب بغدادیؒ، مجد الدین فیروز آبادیؒ صاحب قاموس وغیرہ وغیرہ بہت ہیں ہاں اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جب خدا تعالیٰ کسی کو کمال وشہرت دیتا ہے تو اس کے کمال وشہرت کی ترقی کے لئے چند حاسد بھی پیدا کر دیتا ہے جو ان کی مذمت و بدگوئی ان کے گلستان فضل وکمال کا کھات سمجھا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے حاسد نہ ہونے کا کیا باعث ہے کون ہے جس کے حاسد نہیں پھر جو کچھ انہوں نے بکا ہے زمانہ نے اس کو الٹ کر انہیں کے منہ پر پھینک مارا ہے۔

یہ لوگ جو ان کے انتخاب کو مانتے اور ان کے مقلد کہلاتے ہیں حاشا وکلا کہ وہ ان کو خدا یا خدا کا رسول یا معصوم سمجھتے ہوں یا ان کو اس رتبہ میں مانتے ہوں کہ ان کے قول کو خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر یا صحابہ کے قول پر فوقیت دیتے ہوں بلکہ ان کو اسی سبب سے مانتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ اور اس کے اقوال کو ہم سے خوب زیادہ سمجھتے ہیں یہ ہمارے استاد ہیں اور دیانت دار بھی ہیں اس لئے یہ ہمیں جو معنیٰ سمجھائیں گے ان کو بہ نسبت اور دوسرے لوگوں کے ہم قطعاً صحیح سمجھیں گے، جیسا کہ فرقۂ غیر مقلد اپنے چند مولویوں کے اقوال کو

سب پر ترجیح دیتا ہے۔ اور اگر کسی کوڑ مغز نے ایسا سمجھا ہو تو یہ الزام اسی پر عائد ہے۔

ارباب تحقیق و تدقیق کی منصفانہ بات:

ان بزرگوں نے باوجود اس تحقیق و تدقیق کے کیا منصفانہ بات کہہ دی: ''اترکوا قولی بخبر الرسول'' کہ پیغمبر کی بات سے اگر میری بات مخالف ہو تو چھوڑ دینا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھرے کیا منصف تھے مگر ہم ان کے اقوال کو پیغمبر کے اقوال سے مخالف نہیں پاتے اگر پائیں تو چھوڑ دیں یہ بات ہماری اصول فقہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ تو کیا معاذ اللہ پیغمبر علیہ السلام کے مقابلہ میں ہم کسی صحابیؓ کو بھی نہیں مانتے، ہاں جب ان ہمارے بھائی غیر مقلدوں نے الزام دینے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو پیغمبر علیہ السلام کے اقوال سے مخالف بنانا چاہا اور وہ بھی اپنی سمجھ سے اور نہ یہ تمیز کہ جس کو ہم پیغمبر کا قول کہہ رہے ہیں، آیا دراصل یہ پیغمبر علیہ السلام کا قول ہے بھی؟ اور اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ جو ہمارے دماغوں میں بٹھائے گئے ہیں اگر ہم جواب دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو پیغمبر علیہ السلام کے قول پر ابوحنیفہؒ کے قول کو فوقیت دیتے ہیں۔ اور حدیث کو نہیں مانتے اس لئے ہم اہل حدیث ہیں۔ یہ ان صاحبوں کی خوش فہمی ہے۔ مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں کون ہے جو اہل حدیث ہونے کا مدعی نہیں؟ مگر احادیث میں ہے تو کلام ہے۔

فن حدیث کی تدوین

اسماء ائمہ حدیث اور ان کا تعارف:

فن حدیث رہ گیا تھا، علماء نے اسی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال و

افعال اور آپ کا کسی بات پر سکوت کرنا اور آپ کے جہاد و سفر اور خصائل و عادات اور اسی طرح صحابہ کے اقوال کو بھی بلکہ تابعین کے اقوال و افعال کو بھی یہ سمجھ کر کہ مبادا یہ ذخیرہ تلف نہ ہوجائے، لکھنا شروع کیا اور اس فن کا نام فن حدیث رکھا۔ امام مالکؒ کے موطا کے بعد سے پھر دن بہ دن اس فن میں کتابیں لکھنی شروع ہوئیں۔ امام شافعیؒ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "ام" ہے۔ امام احمدؒ نے مسند لکھی، ابن حبان و ابن خزیمہ وغیرہ صدہا لوگوں نے فن حدیث میں کتابیں لکھیں۔ مگر حدیث کے معتبر ہونے کا دارومدار اس کے راویوں کی عمدگی پر ہے پھر جن جن صاحبوں نے اچھے راویوں کی حدیثیں لکھیں وہ زیادہ معتبر مانی گئیں مگر ان چھ کتابوں نے جو تیسری صدی میں لکھی گئیں بہت ہی شہرت حاصل کی۔ صحیح بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے، ان کی ولادت ۱۹۴ھ میں اور وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔ اس شیر خدا نے اپنی کتاب میں راویوں کی بابت حتیٰ المقدور کوئی احتیاط کا درجہ اٹھا نہیں رکھا، مگر تاہم بشر تھے، معصوم نہ تھے جو کچھ فروگزاشتیں ہوگئیں اس کے پچھلوں نے اصلاح کی اور بتلادیا کہ اس قدر راوی ضعیف امام کی کتاب میں شامل ہوگئے۔ پھر بھی بڑی صحیح اور بڑی عمدہ اس فن کی کتاب ہے، سیکڑوں ہزاروں نے اس کو کوشش کر کے حاصل کیا۔ صحیح مسلم، امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج قشیری کی تصنیف، یہ شہر نیشاپور کے رہنے والے تھے جو آج کل برباد ہے۔ یہ بھی پہلے کتاب کے ہم پلہ ہے ان دونوں کتابوں کو صحیحین اور ان کے مصنفوں کو فن حدیث میں شیخین کہتے ہیں۔ جامع ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی تصنیف۔ سنن ابی داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی کی تصنیف، بجستان یعنی سیستان کے رہنے والے۔ اور سنن نسائی ابو عبدالرحمٰن احمد ابن شعیب نسائی کی تصنیف۔ نساء خراسان میں ایک شہر ہے۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد ابن یزید بن ماجہ قزوینی کی تصنیف۔

قزوین بھی خراسان میں ایک شہر ہے۔ ان چاروں کو سنن اربعہ اور پوری چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ یہ سب اہل سنت والجماعت کی کتابیں ہیں۔ مگر ان میں صحیح وضعیف ناسخ و منسوخ ہر قسم کی احادیث ہیں۔ اور بھی فن حدیث کی عمدہ کتابیں ہیں حاکم کی مستدرک، ابوبکر بن شیبہ کی کا مصنف دارمی اور دارقطنی اور بیہقی وطبرانی و حافظ ابن عساکر وغیرہم کی تصانیف جن کی تعداد میرے ناقص علم کے مطابق ڈیڑھ سو پونے دو سو تک ہے۔ اگر ناگوار نہ گزرے تو کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے مخالف کے پاس شاید ان میں سے ایک آدھ ہی کتاب ہو اور آج تک آنکھ سے بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا اس پر یہ دعوئی کہ ہم محدث اور اہل حدیث ہیں۔ خدا چھاپہ خانوں کا بھلا کرے کہ یہ صحاح ستہ ان کے ہاتھ لگ گئی مگر ان پر بھی بخوبی عبور اور ان کے راویوں کی تحقیق اور ان کے ناسخ ومنسوخ کی شناخت کے لئے ایک عمر چاہئے اور اس کے ساتھ فہم سلیم بھی ہو۔ اور یہ محدثین خود بھی مقلد تھے اس کا ثبوت ہم دیں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی فن حدیث میں تصانیف کا نہ ہونا ان کے کمال کی نفی نہیں کرتا:

گو حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی فن حدیث میں کوئی کتاب نہیں نہ ہو اور بھی بڑے بڑے محدثوں کی تصانیف نہیں جو بخاری ومسلم کے استاد یا استاد استاداں ہیں جیسا کہ زہری ؒ ونخعی ؒ وعطاء ؒ وسفیان ثوری ؒ وقتادہ ؒ پھر ان کے حدیث داں ہونے میں کوئی کلام کر سکتا ہے؟ امام ابوحنیفہ ؒ کوفہ میں رہتے تھے، جن کے زمانہ میں کئی ایک صحابی اور جلیل القدر تابعین موجود تھے اور وہ زمانہ بھی وہ زمانہ تھا کہ جس کی نسبت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”خیر القرون...... الخ“ ایسے ذہین وفہیم کا صدہا جلیل القدر تابعین سے دن رات کی صحبت رکھنا

اور مسائل میں تعلیم و تلقین پانا خصوصاً عبادات سے لے کر معاملات تک کیا ان کو احادیث کے علم سے محروم رہنے دیتا تھا؟ ہرگز نہیں ہاں ان کے بعد حدثنا و اخبرنا کے ساتھ جو نقل حدیث کا قاعدہ مروج ہوا اس قاعدہ کے ساتھ ان کی حدیث بیانی نہ تھی۔ بڑے بڑے محدثین جیسا کہ ابن المبارک ان کے شاگرد تھے اور بہت نے ان سے حدیث روایت کی دیکھو امام محمدؒ کی کتاب الآثار و کتاب الحج و ابو جعفر طحاوی کی معانی الآثار و دیگر کتب [1]۔ کسی حاسد کا یہ کہہ دینا کہ ان کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں ایک آسان بات ہے اہل انصاف فقہ حنفی کی ایک کتاب ہدایہ کو ہاتھ میں لے کتاب الصلوٰۃ سے آخر تک نظر ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے دل میں کس قدر صحیح حدیثوں کا ذخیرہ جمع تھا۔ آج کل کے حاسدوں نے بڑا زور مار کر جو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں احادیث سے مخالفت کی ہے ان کی تعداد دس پندرہ تک بھی نہیں پہنچی پھر ان محدث کے لئے یہی ایک سند کافی ہے کاش امام مالکؒ و شافعیؒ و احمد بن حنبلؒ کی فقہ کی نسبت یہ موازنہ کیا جاتا پھر ان کو معلوم ہوتا کہ ان کی فقہ کو کس قدر احادیث سے مخالفت ہے حالانکہ ان تینوں کو یہ حضرات محدث بلکہ محدثوں کا قبلہ گاہ مانتے ہیں۔ فرصت نہیں اور بھی بہت کچھ کہتا۔

مولانا نے یہاں تک تقریر تمام کی اور ذرا بیٹھ گئے کیونکہ یہ تقریر مسلسل بڑی دیر تک رہی۔ ثالثوں نے سن کر بڑی داد دی اور شکریہ ادا کیا۔

مسئلہ تقلید پر مولانا عبدالحق صاحب کے دلائل:

اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب پھر کھڑے ہوئے اور کہا لیجئے میں اب کچھ دلائل بھی پیش کرتا ہوں۔

---

[1] جواہر منیفہ، و مسند خوارزمی وغیرہ،

دلیل اول:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَ نَزَّلنَا عَلَیکَ الکِتَابَ تِبیَانًا لِکُلِّ شَیءٍ''

کہ اے محمدؐ ہم نے تجھ پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا جس

میں ہر چیز کا بیان ہے۔

(ٹالشوں نے سیل کے ترجمہ میں اس آیت کی معنی دیکھے اور اپنے بیان میں خوب سمجھ کر لکھ لئے) اور اسی کے مؤید اور بھی قرآن مجید میں آیات ہیں از آنجملہ سورۂ یوسف کے اخیر میں یہ جملہ تفصیل کل شیء کہ قرآن ہر شے کی تفصیل ہے اور ہونی بھی چاہئے کس لئے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

''اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَ اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَ رَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینًا.''

کہ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

اس لئے کہ جب قرآن میں ہر شے کا بیان نہ ہو اور خیر ہر شئی سے دنیاوی ہر شے مراد نہ ہو اس لئے کہ انبیاء دنیاوی کارخانے اور حسیات و فلسفہ کے تحقیق کے لئے نہیں بھیجے گئے ہیں تو دینی باتیں تو سب اس میں ہونی چاہئیں اور دینی حاجت اس سے حل ہوجائے اور کیوں نہ ہو آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمادیا: ''خاتم النبیین'' کہ آپ تمام نبیوں کی مہر ہیں سلسلۂ نبوت آپ پر تمام ہوگیا اب یہ بھی امید نہ رہی کہ اور کوئی نبی آکر ان دینی حاجتوں کو پورا کردے گا گو یہ بات آسان ہے کہ کل شئی کے معنیٰ اصول مذہب لے کر کل

یعنی بعض کردیا جائے مگر اس کے ساتھ جب یہ آیات بھی ملائی جائیں تو یہی کہنا پڑے گا کہ بے شک قرآن میں ہر دینی مسئلہ ہے۔ اور جو اس کا قائل نہیں تو قرآن کے ماننے کا مدعی ہو کر سمجھائے کہ ان آیات کے کیا معنیٰ ہیں؟

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید جمیع امور دینیہ اور تمام مسائل شرعیہ کا خزانہ ہے تو اب ہم بہت سے مسائل میں غور کرتے ہیں کہ وہ بظاہر ہم کو قرآن مجید میں نہیں ملتے بیع و شراء اور شفع کے مسائل اور ریل پر نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا مسئلہ نوٹوں کا مسئلہ صدہا مسائل ہیں اگر مفصلاً بیان کروں تو ایک دفتر بھی کافی نہ ہو مگر آیات مذکورہ یہی کہہ رہی ہیں کہ یہ مسائل قرآن مجید میں ہیں تو سہی مگر ہم کو نہیں ملتے۔ کس لئے کہ قرآن مجید کے ظہر و بطن ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے قرآن نے اس وقت کے لحاظ سے بہت باتوں کو تو صاف صاف عبارت میں کھول دیا اور باقی کو الفاظ و سیاق و سباق کی تہوں میں اصول کلیہ کے طور پر لپیٹ کر رکھ دیا ہے کہ جس کو استنباط کرنے والے اس دریاء ذخار میں غوطہ لگا کر نکالتے ہیں جیسا کہ خود قرآن مجید کی عبارت اشارہ کر رہی ہے: "لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" اور یہ قرآن کا ایک اعجاز کامل ہے یہ ایک بات یا دلیل کا ایک مقدمہ یعنی جزء ہوا۔

دوسری بات یا دوسرا ٹکڑا دلیل کا یہ ہے کہ قرآن کو بتمامہ ماننا ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے اس کا بھی کوئی مسلمان انکار نہ کرے گا خواہ قرآن کے مطالب ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں سب کا ماننا ہمارا ایمان ہے یہ نہیں کہ جس قدر کو ہم جانتے ہیں اسی قدر کو مانتے ہیں اگر ایسا ہو تو جو کوئی عربی زبان ہی نہیں جانتا کچھ بھی نہیں سمجھتا وہ آزاد ہو جائے اور بغلیں بجاتا پھرے اور کہتا پھرے کہ خوب ہوا نہ جانا نہ عمل کی پابندی ہوئی۔ اور نیز ایسی تفریق کو قرآن مجید کی ایک آیت بھی رد کر رہی ہے گو وہ نازل تو خاص ایک قوم کی تفریق کی مذمت

میں ہوئی تھی مگر الفاظ میں تعیم ہے اور جمہور مسلمان اسی کے قائل ہیں کہ آیات کے الفاظ دیکھنے چاہئیں سبب خاص کہ جس لئے آیت نازل ہوئی تھی اس کلی امر کا ایک فرد ہے اسی پر انحصار نہیں کیا جائے گا وہ آیت یہ ہے: ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' الآیہ جب یہ بھی ثابت ہوا کہ بجمیع احکامہ قرآن کا ماننا ہم پر واجب ہے تو ہم بالخصوص ان مخفی مسائل کی بابت پوچھتے ہیں کہ ان کی تعمیل بجز اس کے ممکن نہیں کہ کسی ایسے خزانچی سے دریافت کریں جو اس مکان کے مخفی خزانہ پر واقف ہو پس اس کا قول ماننا بھی ہم پر واجب ہوگیا بغیر اس کے اس کی تعمیل ہی ممکن نہیں اب جو دیکھا گیا کہ وہ خزانچی کون ہے؟ تو دریافت ہوا اول تو آنحضرت ﷺ ہیں اور اسی لئے آپ فرماتے ہیں کہ کوئی تخت پر تکیہ لگا کر یہ نہ کہنے لگے کہ مجھے قرآن کافی ہے میرے اقوال و شرح کی کچھ حاجت نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں جہاں تک ضرورت و حاجت داعی ہوئی اس خزانہ کو قرآن سے ظاہر کر کے بتلایا اور دوسرا خزانچی آپ کے بعد مجتہد ہے جس کی طرف خود قرآن ہی نے ''لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ'' میں اشارہ کردیا خصوصاً ''اِلَى الرَّسُوْلِ'' کے بعد یہ لفظ فرما کر اور بھی توضیح کردی اور اسی لئے استنباط و قیاس مجتہد کو مظہر کہتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ ایک مخفی بات کو ثابت کردیتا ہے ''القیاس مظهر لا مثبت'' مشہور مقولہ علماء اسلام کا ہے۔ بغیر ان دونوں وکیلوں کے قرآن ہر شے کا بیان کرنے والا ہو نہیں سکتا اگر صرف حدیث کو لیا جائے اور استنباط کو چھوڑ دیا جائے تب بھی یہ دعویٰ صحیح نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ صدہا مسائل ہیں کہ جن کا احادیث میں ذکر نہیں یہ سب کچھ تو اجتہادیات کے ملانے سے ہوتا ہے تو اس کا ماننا بھی تم پر ضرور ہے اور اسی کو ہم تقلید کہتے ہیں خواہ کسی مجتہد کی ہو۔ اور خواہ تم اس کو اتباع کہو بات ایک ہی ہے۔

توضیح:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں امر کی بابت ہم نے سب کچھ کہہ دیا اور حالانکہ اس نے سب نہیں کہا ہاں اس کی طرف سے دو وکیل تو بول رہے ہیں تو ہر عاقل کے نزدیک ان دونوں وکیلوں کا بیان ان کے موکل کا بیان سمجھا جائے گا اسی طرح حدیث و قیاس قرآن مجید کے دو وکیل ہیں پھر جس طرح وکیل کا قول بعینہ موکل کا ہے اسی طرح ان دونوں وکیلوں کا بیان قرآن کا بیان ہے اور قرآن کا بیان ماننا واجب بلکہ فرض پس مجتہد کا بیان ماننا اس کو جو مجتہد نہ ہو واجب بلکہ فرض اور یہی تقلید ہے جس کا فرض واجب ہونا ثابت کیا گیا۔

اور یہی حکمت ہے قرآن مجید میں: ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' آیا ہے۔

تائید:

اب آیت: ''تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ'' کی تفسیر دیکھنی چاہیے کہ مفسرین اسلام کیا فرماتے ہیں۔ جو علوم و تقویٰ میں ہماری مخالف جماعت سے بدرجہا بڑھ کر تھے۔ بیضاوی جو بڑا فاضل گزرا ہے اس کی تفسیر درس یعنی کورس میں شامل ہے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ او القیاس'' صفحہ ۴۵۰۔ ترجمہ: کل شیء سے مراد دینی باتوں ہیں ان سب کا بیان قرآن میں ہے تفصیل سے یا اجمالی طور سے حدیث یا قیاس مجتہد کے وسیلہ سے۔ اور بڑے بڑے مفسروں نے ایسا ہی لکھا ہے اگر مخالف فرمائے تو اور بھی حوالہ دیے جائیں۔

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ'' (والمحصنٰت پارہ ۵ رکوع ۸)

ترجمہ: اگر وہ لوگ اس نزاعی بات کو رسولؐ کے پاس یا اپنے اولی الامر لوگوں کے پاس لے جاتے تو ان میں سے استنباط کرنے والے اس کو جان لیتے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ خدا پاک نے رسولؐ کی طرف رجوع کرنا فرمایا اور اس کے بعد استنباط کرنے والوں اولی الامر کی طرف اور استنباط کرنے والے مجتہد ہیں اور استنباط اور قیاس ایک چیز ہے جس سے ثابت ہوا کہ رسول ﷺ کے بعد مجتہدین کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور مجتہدین کی طرف رجوع کرنا ان کے قول پر عمل کرنا ہے یہی وہ تقلید ہے۔

اب اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ استنباط عام ہے یا خاص؟ گو مخالف اس کو دنیاوی امور میں خاص کرے مگر جب تک اس کے پاس اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں تو لفظ کے عموم کو گھٹا کر خصوص کی طرف لے جانا شارع کے کلام میں تحریف کرنا ہے اور جب دنیاوی معاملات میں استنباط بعد رسول کریم ﷺ کے ایک حجت ہے تو دینی امور میں بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہئے۔

اولی الامر کے لفظ کا استعمال:

اولی الامر حکم والے، یہ بھی لفظ عام ہے حکم دنیاوی ہو جیسا کہ امراء و سلاطین کو

حاصل ہے اور علماء دین بھی اولوالامر حکم والے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کی گدی پر بیٹھ کر نیابۃً حکم دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ استنباط کرنے والے اولی الامر میں سے ایک جماعت ہے جو "مِنْهُم" کا لفظ دلالت کر رہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر اولی الامر مستنبط نہیں بلکہ ان میں سے خاص لوگ یعنی مجتہدین دین متین۔ اب ایک اور بات قابل غور ہے آیت میں لفظ "لو" ہے جو قرآن مجید میں بہت جگہ وجوب کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسا کہ اس آیت میں: "لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوْا التَّوْرٰاةَ وَ الْاِنْجِيْلَ"۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں عامی پر تقلید واجب ہے:

اب ہم اس مضمون کی تائید میں ایک بڑے فاضل اور امام کا قول نقل کرتے ہیں جس نے شروع ساتویں صدی میں ایک تفسیر لکھی ہے۔ جس کو مسلمانوں نے نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بڑی قدر دانی کے ساتھ قبول کیا ہے وہ کون؟ امام فخر الدین رازیؒ اپنی "تفسیر کبیر" کی تیسری جلد مطبوعہ استنبول کے صفحہ ۱۰۴ میں یہ فرماتے ہیں:

"ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث"

عامی یعنی غیر مجتہد پر (خواہ وہ مولوی ہو یا بالکل ان پڑھ کس لئے کہ غیر مجتہد کو عوام میں شمار کیا جاتا ہے) علماء مجتہدین کی اجتہادی مسائل میں جوئی باتوں کے احکام ہیں تقلید واجب ہے۔

اور دیگر تفاسیر احمدیہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

اگر فاضل مخاطب، امام رازیؒ کی عبارت کے یہ معنی کہے کہ عام لوگوں پر مولویوں کی تقلید حوادث کے احکام میں واجب ہے تو بھی ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہے کس لئے کہ جب مولویوں کی تقلید واجب ہوئی جو احکام حوادث میں مجتہدین کے مقلد ہیں کس لئے کہ

اگر وہ خود احکام حوادث نکال سکتے ہیں تو مجتہد ہوئے پھر مجتہدین کی تقلید کے واجب ہونے میں کیا بات مانع ہے؟

تیسری دلیل:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"

(سورۂ توبہ، پارہ ۱۱، رکوع ۱۵)

ترجمہ: پھر کس لئے ان کے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت نہ گئی یعنی جہاد میں سب کا جانا کچھ ضرور نہیں کچھ جائیں کچھ رہیں تاکہ یہ رہنے والے دینی باتیں سیکھ کر اپنے ان لوگوں کو سکھائیں جو لوٹ کر ان کے پاس آئیں اور تاکہ وہ گناہوں سے بچیں۔ بعض نے اس کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ ہر قوم کا رسول کریم ﷺ کے پاس تعلیم پانے کے لئے آنا کچھ ضرور نہیں ہر قوم میں سے کچھ کچھ لوگ آئیں اور دین میں فقیہ اور سمجھدار ہو کر جائیں اور ان کو سمجھائیں۔ اور یہی معنیٰ قوی ہیں۔

بہر حال ہم کو اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ آیت سے یہ بات پائی گئی کہ دین میں جو سمجھ دار ہو گئے ہیں ان کی بات اور لوگوں پر تسلیم کرنی اور اس کا پابند ہونا واجب ہے اب دیکھئے یہ شخص جو دین میں سمجھ رکھتا ہے اس کا اتباع دوسرے پر واجب ہے اور یہ کہیں تصریح نہیں کہ اس کا اتباع جب ہی کریں کہ جب یہ دلیل بھی بیان کرے ورنہ نہ مانیں بلکہ عام ہے خصوصاً جہلاء اور ان پڑھ دلیل نہیں پوچھا کرتے وہ محض اعتبار سے کہ یہ جو کچھ کہتا

ہے دین کی بات کہتا ہے تسلیم کر لیتے ہیں پھر اس صورت میں بموجب قرارداد سابق یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر فاضل مخاطب یہ کہے کہ اس میں اجتہادی مسائل کا کہاں ذکر ہے؟ تو میں کہتا ہوں تفقہ کا لفظ بہ آواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ اجتہادی مسائل بھی اس کو حاصل ہو گئے ہیں کیونکہ چند باتیں سیکھنے والے کو فقیہ نہیں کہتے۔ صحابہؓ کے عہد میں فقہاء انہیں لوگوں کو کہتے تھے جو استنباط کی صلاحیت رکھتے تھے خیر اس کو بھی جانے دو مگر اس کی بھی تو تقلید نہیں کہ منصوصات ہی دلائل سے بیان کرے جب ماننا نہیں تو نہ ماننا۔

اب ہم کچھ احادیث بھی بیان کرتے ہیں کہ جن سے ان آیات کی تفسیر اور ہمارے مطلب کی تائید ہو اور وہ خود دلائل بھی ہو جائیں۔

چوتھی دلیل:

''بلغوا عنی و لو آیة'' (رواہ البخاری)

''فلیبلغ الشاھد الغائب'' (بخاری)

کہ میری طرف سے احکام پہنچاؤ گو کہ ایک ہی آیت ہو اور حاضر کو چاہئے کہ جو مجھ سے دور ہیں ان تک احکام دینی پہنچائیں۔

ان احادیث میں تصریح ہے کہ غائبین کو سن کر مان لینا چاہئے۔ اس میں کہیں نہیں کہ جب دلائل کے ساتھ بیان کریں تب ہی مانیں پھر یہ وہی تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟ غایۃ الامر یہ کلام ہوگا کہ مسائل اجتہادیہ پہنچانے کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب مجتہد قرآن مجید اور حدیث شریف کے اسرار و رموز جو ان کے اندر ہر پہلو میں رکھے ہوئے ہیں ان کے مظہر ہیں کوئی بات اپنے گھر سے نہیں کہتے تو موقع اور ضرورت پر ان باتوں کا اظہار

پوری اور کامل تبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ کہنا کہ اس میں ائمہ اربعہ یا امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا ذکر تک نہیں محض بے فائدہ ہے کلام تقلید شخصی میں ہے کسی کی ہو اور ائمہ اربعہ میں جو انحصار کیا گیا ہے وہ تو ان دلائل سے نہیں بلکہ جب دیکھا گیا تو اس مرتبہ کا مجتہد اور اس کے اقوال کا تحفظ بجز ان چار کے اور میں نہیں پایا گیا اس لئے ان میں انحصار ہوا جیسا کہ احادیث کے ماننے کا مسئلہ ثابت ہونے کے بعد کوئی یہ کہے کہ صحاح ستہ ان چھ کتابوں کے ماننے کی قرآن وحدیث سے کیا دلیل ہے؟ پھر صحیح بخاری کو مقدم رکھنے کی کیا وجہ؟ اس کا بھی یہی جواب ہے کہ واقع میں جو غور کیا گیا تو اس فن میں ان چھ کتابوں کو اور پھر ان میں صحیح بخاری کو بڑھ کر پایا اس لئے ان کو صحاح ستہ کہتے ہیں اور صحیح بخاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بات تجربے اور مشاہدے کے متعلق ہے نہ دلیل قرآنی وحدیث نبویؐ کے۔ پھر جو اس بات میں کلام کرے اور بار بار یہی کہے چلو حدیث کا ماننا تو مسلّم مگر ان چھ کتابوں اور بخاری کے ماننے کی کوئی دلیل قرآن یا حدیث سے پیش کرو اس کا بجز سکوت کے اور کیا جواب ہوگا؟

پانچویں دلیل:

''قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم مثل ما بعثنی اللہ به من الهدیٰ و العلم کمثل الغیث الکثیر اصاب فکان منها نقیة قبلت الماء فانبتت الکلاء او العشب الکثیر و کان منها اجاوب امسکت الماء فنفع اللہ بها الناس فشربوا و سقوا و زرعوا و اصاب منها طائفة اخریٰ لا تمسک ماء فذلک مثل من فقه فی دین اللہ و نفعه بما بعثنی اللہ به فعلم و علّم''۔ الحدیث۔ (صحیح بخاری ص: ۱۸ مطبع احمدی)

شارح نے اس کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں: ''مثل من فقه معنی التمثیل. ان للارض ثلثة انواع فکذا الناس ثلثة انواع ای الاول المنتفع النافع ای العلماء و الثانی النقلة الذین لیس لهم رسوخ و اجتهاد فی العلم فهم یحفظونه حتیٰ یجی اهل العلم فیاخذ منهم و الثالث بغیرهما''۔

یعنی پیغمبر علیہ السلام نے وہ جو کچھ علم و ہدایت آپ کو عطا ہوا اس کو بارش اور لوگوں کو زمین سے تشبیہ دی کہ جس طرح بعض نرم زمین بارش کا پانی پی کر گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور اس میں پانی بھی ٹھہرا رہتا ہے جو اوروں کو نفع دیتا ہے۔ یہ مجتہد کی مثال ہے اور زمین سنگلاخ کہ جس میں گھراؤ کے سبب پانی ٹھہرا رہے جس سے اوروں کو نفع پہنچتا ہے یہ ناقلین حدیث یعنی ان محدثوں کی مثال ہے جو دین کی باتیں لوگوں کو نقل کرتے ہیں مگر خود ان کو علم و اجتہاد کا حصہ نہیں کہ جس سے ان کو بھی ان کے اسرار و غوامض سے کچھ فائدہ ہوتا۔

اجتہاد و استنباط کا ثبوت قرآن و حدیث سے:

اس سے بھی صرف اتنی بات ثابت ہوئی کہ مجتہدین کا اجتہاد و استنباط بھی آنحضرت ﷺ کے علم و ہدایت کا کہ جس کے پہنچانے کو آپ بھیجے گئے ہیں ایک حصہ ہے اور اس دریا کی ایک نہر ہے اور ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اجتہاد و استنباط کا ثبوت قرآن و احادیث سے ہے صحابہؓ نے بھی کیا ہے خود امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری میں بے شمار جگہ احادیث سے استنباط و قیاس کرتے ہیں گو یہ بات اور ہے کہ وہ استنباط و قیاس میں کامیاب

نہیں ہیں اس لئے کہ یہ ان کا حصہ نہ تھا وہ تو ناقل تھے۔

اور اس مطلب کی تائید میں ایک اور حدیث آئی ہے جس کو ساتویں دلیل کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے:

”من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی“ (متفق علیہ)

کہ خدا تعالیٰ جس کو بھلائی دینا چاہتا ہے تو اس کو دین میں فقیہ (مجتہد) کر دیتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور دینے والا جو ہے وہ تو اللہ ہے جس کو چاہے وہ فہم عطا کرے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

”فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد“

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

کہ ایک فقیہ (مجتہد) ہزار عابد سے شیطان پر بھاری ہے۔

اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اور بھی حدیثیں ہیں کہ جن میں فقہ اور فقہاء کی مدح اور خوبی آئی ہے جس کو آج ہمارا مخالف فریق نہیں مانتا اور فقہ اور فقہاء کی مذمت کرتا ہے۔ افسوس!

فقہ اور فقیہ کے معنیٰ کو دیکھنا چاہئے کہ ہم سے پہلے نامور علماء نے کیا بیان کئے

ف: یہ دلائل صرف تقلید کے اثبات کے لئے ہیں جس کا سرے سے فریق مخالف منکر ہے۔ یہ دلائل اس بات کے نہیں کہ تمام مسائل میں ایک ہی مجتہد کا مقلد رہے، اور امام چار ہیں، اور ان کے بعد اور کوئی مجتہد نہیں ہوا، یہ دوسری بحث ہے جو تقلید کی مسئلہ کے بعد ہونی چاہئے اس کے دلائل بھی ہمارے پاس بہت ہیں۔

ہیں؟ اب میں اس بات کو بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ سب نے فقیہ کے معنی مجتہد کے
بیان کئے ہیں فرمایئے تو ان کی عبارتیں پیش کروں۔

پس جب اجتہادیات بھی نبوت کے چشمہ کی نہر ہے اور تبلیغ کا حکم صراحۃً دیا تو
دلالۃً لوگوں کو اس کے تسلیم کرنے کا بھی حکم دیا پھر جو کوئی مجتہد منصوص یا اجتہادی بات بیان
کرے اس کا غیر مجتہد پر تسلیم کرنا واجب ہے اور یہی تقلید شخصی ہے۔

اگر ہمارے مہربان ثالث میرے اس قدر دلائل کو میرے دعوے کے ثبوت میں
کافی سمجھیں تو میں بس کروں کس لئے ان کے وقت کو ضائع کروں ورنہ بیان کروں۔
ثالثوں نے کہہ دیا کہ کافی ہیں۔ اور موتی بابو صاحب نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ کوئی بھی
دھرم بغیر تقلید کے چل نہیں سکتا (یہ صاحب اپنے دھرم کے پنڈت بھی ہیں) اب میں دلیل
تمام کرنے کے بعد جس طرح کہ بحث کرتے ہیں بطور ضمیمہ کے کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں
جس کو مقدمہ سے نہایت تعلق ہے (ثالثان بہت اچھا)۔

ضمیمہ:

ہماری مخالف جماعت کا اصلی منشاء یہ ہے کہ کسی مجتہد کی تقلید نہ کی جائے حدیث
کی مروجہ کتابیں ہمارے لئے کافی ہیں بادی النظر میں یہ خیال دل لبھانے والا ہے اس لئے
کہ جب مسلمانوں کے سامنے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم پیغمبر خدا ﷺ کی احادیث کو مانتے ہیں
تم اس کے مقابلہ میں ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، احمد حنبلؒ کو، تو ناواقف آدمی کے خیالات میں
فوراً تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عامیوں نے اس بات کو بہت جلد قبول کیا۔

مگر اب مجھ کو یہ دکھانا ہے کہ آیا یہ بات کہاں تک درست ہے کہ ہر کس و ناکس
کے قبضہ میں بھی ہے یا نہیں اور بغیر کسی ارکاٹی یا ناخدا کے اس بحر ذخار میں یہ بے وارثی

کشتی پار بھی اتر سکتی ہے کہ نہیں؟

مطالبِ حدیث کے سمجھنے میں مشکلات:

حدیث کی کتابوں کو جہاں تک غور سے پڑھئے اور پھر اصول شریعت اور قرآنی مطالب پر نظر بھی ڈالئے تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ باتیں جو جماعت محدثین نے حدثنا واخبرنا وعن فلان کے پیرایہ سے ایک کثیر التعداد راویوں کے ذریعہ سے نقل کی ہیں ان میں ہرگز یہ التزام نہیں کہ وہ طبقۂ اولیٰ میں سے اعلیٰ درجہ کے صحابیوں سے ہی منقول ہوں۔ اور یہ امر مسلّم ہے کہ خاص صحابہؓ میں آنحضرت ﷺ کی باتیں سمجھنے میں سب لوگ مساوی الفہم نہ تھے یہ ہوا کہ بعض اوقات بعض بڑے بڑے لوگوں کی سمجھ نہیں آئی۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نقل کر دیا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ عمرؓ پر رحم کرے وہ بات سمجھے نہیں، بات یہ تھی کہ ایک یہودیہ کا جنازہ جا رہا تھا اس کے لوگ اس پر رو رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ لوگ روتے ہیں اور میت کو عذاب ہو رہا ہے (اس کے یہودیہ ہونے کے سبب) اسی طرح بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث نقل کی تھی کہ: "انما الماء بالماء" کہ پانی یعنی غسل پانی یعنی انزال ہی سے لازم آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو بھی رد کر دیا کہ تم سمجھے نہیں یہ بات خواب کے بارہ میں ہے یعنی خواب میں جماع کرنے سے غسل نہیں جب تک انزال نہ ہو، اسی طرح تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت عمرؓ میں اختلاف ہو کر عمارؓ ہی کی بات صحیح قرار پائی۔ اور اسی طرح سماع موتیٰ میں بھی حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے خیال کو غلط بتایا اور اسی طرح حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسئلہ عدت میں خلاف واقع ہونا اور بہت سے نظائر ان چھ کتابوں میں مذکور ہیں

پھر اب ہماری کیا مجال ہے جو ہم ان میں سے کسی کا تخطیہ کر سکیں۔ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کا جب یہ حال ہو تو صحابہؓ میں عامیوں کے فہم کا کیا حال ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہؓ نے بعض صحیح الاسناد حدیثوں کا انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو نہ مانا اور کہہ دیا کہ ایک عورت کے کہنے سے کیا ہم کتاب اللہ کو چھوڑ دیں گے کیا معلوم بھول گئی یا نہ سمجھی؟ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے بحوالہ کسی صحابیؓ کے جو جنگل کا رہنے والا بدوی تھا حدیث نقل کی عبداللہ نے فرمادیا کہ ایڑیوں پر موتنے والے کی بات کا کیا اعتبار یعنی گنوار ہے اس کو کیا شعور؟ اور بعد میں بھی بڑے بڑے محدثوں نے بعض احادیث کو سند میں ضعف کی وجہ سے نہیں بلکہ اصل راوی کی غلط فہمی سے تسلیم نہیں کیا۔ امام مالکؒ (یاد پڑتا ہے) کے سامنے کسی نے یہ حدیث نقل کی ابوہریرہؓ سے کہ جنازہ کے ہاتھ لگانے سے غسل یا وضو کرنا چاہئے، امام مالکؒ نے اس بات کو رد کر دیا۔ امام شافعیؒ نے بھی اندرونہ نقصانات کے باعث بہت حدیثوں کو تسلیم نہیں کیا۔

ان محدثوں نے اپنی کتابوں میں سب قسم کی احادیث نقل کی ہیں۔ یہ ایک مشکل تھی۔ دوسری مشکل: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقت پر تو حضرتؐ کے مطلب کو ٹھیک سمجھا مگر بعد میں سہو ہو گیا اس کے بھی بہت نظائر ہیں۔ تیسری مشکل: یہ بات مان لی گئی کہ صحابہؓ عادل تھے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بنی امیہ و بنی العباس کے ظالم بادشاہوں کے

ف: حضرت عمرؓ جنبی کے لئے پانی نہ ملنے پر تیمم کافی نہ سمجھتے تھے، اور حضرت عمار بن یاسرؓ کافی سمجھتے تھے، یہ صحیح بخاری ص: ۵۰ مطبع احمدی، صحیح مسلم ص: ۱۶۱ مطبع کشوری۔

ف: امام مالکؒ کے موطا کو پڑھو حدیث نقل کرتے ہیں اور مذہب اس کے خلاف ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔

بے جا دباؤ بعض امور کے صاف بیان کرنے سے مانع آئے جو ان کے اغراض کے مخالف تھے اور اللہ کے نیک بندوں نے بیان بھی کیا ہو مگر اس کی شہرت نہ ہونے پائی ہو۔ یا ہوئی ہو تو کم۔ **چوتھی مشکل**: درمیانے راویوں کی غلط فہمی یہ بھی بڑی آف کثیر الوقوع ہے کیونکہ زبان تو سب کی عربی تھی حدیث کا مطلب اپنی عبارت میں شاگرد سے بیان کردیا اب ان اصلی لفظوں اور ان دوسرے لفظوں کے تغییر سے معانی میں تغییر پیدا ہوا ہوگا اس کو وہی خوب سمجھتے ہیں جو زبان کے ہر پہلو کو سمجھنے پر قادر ہیں۔ اس صورت میں معنوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہو جایا کرتا ہے پھر اس کے سمجھنے کو بھی بڑا دماغ درکار ہے۔ اب **پانچویں مشکل**: اور ہے وہ تابعین کے بعد کے لوگوں کی عمدی خیانت، پھر وہ کئی طور سے تھی حدیث میں اپنے مطلب کے لئے کچھ کمی زیادتی کردینا یا سرے سے جھوٹی حدیث بنا کر روایت کردینا یہ ایسی بلاء پھیلی تھی کہ جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں لاکھوں حدیثوں سے چھٹائی کرکے ہزاروں کی نوبت آئی ایسی حدیثوں کو موضوع کہتے ہیں بے شمار بناوٹی حدیثیں مشہور ہوئیں اور ہر فریق نے اپنے اپنے موافق ایسی حدیثیں بنانے میں کوشش کی۔ ادھر واعظوں اور مدح و مذمت کرنے والوں نے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ صحابہؓ و اہل بیت کرامؑ و آسمان و زمین و ابر و ہوا کی پیدائش کی بابت تو کیا کچھ مبالغے کیئے ہیں، بیگن اور ترکاریوں کی بابت بھی تو حدیثیں گھڑ لیں۔ اس کی محققین نے بہت کچھ چھان بین کی ہے مگر پھر بھی جو کچھ کوڑا کرکٹ باقی رہ گیا ہے اس کے نکالنے کو بھی بڑا دماغ درکار ہے۔

اب میرے سامنے صحیح مسلم حدیث کی بڑی معتبر کتاب ہے اس کے شروع میں امام مسلمؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی، ابن عباسؓ کے روبرو آکر حدیث پڑھنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، ابن عباسؓ نے منہ پھیر لیا اور اس کی

بات پر کان بھی نہ رکھا اس نے کہا: یا ابن عباسؓ آپ کس لئے میری حدیث نہیں سنتے؟
حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کرتا ہوں اور آپ نہیں سنتے۔ ابن عباسؓ نے کہا
ہم پہلے جو کوئی حدیث بیان کیا کرتا تھا تو اس کی طرف کان لگا کر سنا کرتے تھے اور آنکھیں
اس کی طرف جلد نظر کرتی تھیں پھر جب لوگ جھوٹ سچ ملانے لگے تو اب ہم وہی لیتے ہیں
کہ جس کو جانتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ کی اس کتاب میں سے کہ جو ان کے پاس
مسائل کی بابت تھی بہت سی باتوں پر خط کھینچ دیا اور کہہ دیا کہ اگر علیؓ ایسا کرتے تو گمراہ
ہو جاتے۔

پھر جب اس زمانہ میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ ہر ایک کی حدیث کا اعتبار نہ رہا
تھا پھر بعد کے راویوں کا کیا ٹھکانا ہے؟ یہ کہنا کہ ان چھ کتابوں میں پوری تحقیق ہو چکی بڑے
مبالغے کی بات ہے میں دکھا سکتا ہوں کہ اب بھی بہت کچھ راویوں کی بھول چوک باقی ہے
بھلا احکام میں تو ناسخ و منسوخ کہہ سکتے ہیں اخبار میں کیا کہو گے؟ بخاری و مسلم کی حدیثوں
کو اس باب میں ملائے تو معلوم ہو جائے گا ایک میں ہے کہ نبی ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ
میں تیرہ برس تک رہے، دوسری میں دس برس، دونوں میں سے ایک قطعاً غلط ہے اور بہت
سے نظائر ہیں۔

ایک اور مشکل ہے ہر چند بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے روایت کے قاعدے
مقرر کئے، راویوں کے حال سے تفحص کرنے میں کوشش کی مگر احادیث کے صحیح مطالب سمجھنے
اور ناسخ و منسوخ و مجمل و محکم اور ان سے جو احکام مستفاد ہوتے ہیں جو پیغمبر خدا ﷺ کے
کلام معجز نظام میں ودیعت رکھے گئے تھے ان کے دریافت کرنے میں وہ پورے کامیاب
نہیں ہوئے اور جو ہوئے بھی ہوں تو انہوں نے اپنی تصانیف میں بیان شافی نہیں کیا پھر

یہی سبب ہے کہ ان کتابوں میں اس قدر ایک دوسرے کی مخالف احادیث ہیں کہ پڑھنے والا حیران ہوجاتا ہے کسی صفحہ اور باب میں ایک بات ہے پھر دوسرے میں اس کے مخالف، پھر اس کا فیصلہ بجز کسی بڑے ماہر اور اس دریا کے واقف کے ہو نہیں سکتا شارحین بھی حیران ہوجاتے ہیں اور اسی لئے نبی ﷺ نے فرمادیا: ''رب مبلغ اوعیٰ من سامع'' کہ بہت سننے والوں سے وہ لوگ کہ جن کے پاس میرا قول پہنچایا جائے گا، زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والے ہوں گے۔ اور بارش کی مثال بھی اس کو ظاہر کررہی ہے پھر وہ ماہر یہی فقہاء کبار ہیں جن کو مجتہد کہتے ہیں اور اسی لئے ان محدثین کو بھی بجز ان کی تقلید کے چارہ نہ ہوا۔ دیکھو اپنی کتاب انصاف میں شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ جو اس تمام جماعت کے دادا استاد اور شیخ الکل ہیں یہ فرماتے ہیں:

''فانه معدود فی طبقات الشافعية بذكره فی طبقات الشافعية الشيخ تاج الدين السبكی و قال انه تفقه بالحميدی و الحميدی تفقه بالشافعی و استدل شيخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعية بذكره فی طبقاته و كلام النووی ذكرناه شاهد له.''

کہ بخاری شافعیوں میں گنا گیا ہے، تاج الدین سبکی نے بھی گنا ہے اور کہا ہے کہ بخاری نے حمیدی سے فقہ حاصل کیا اور حمیدی نے خود شافعی سے، اور ہمارے شیخ علامہ نے بخاری کو شافعیوں میں داخل کیا ہے اور کلام نووی کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے ان کے لئے شاہد ہے۔

علامہ قسطلانی جلد اول صفحہ ۳۸ مطبع کشوری میں لکھتے ہیں:

''و قال التاج السبکی و ذکرہ یعنی البخاری ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیة.''

کہ تاج الدین سبکی کہتے ہیں کہ ابوعاصم نے بخاری کو علماء شافعیہ میں گنا ہے۔

نسائی و بیہقی محدث:

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مطبع صدیقی کے صفحہ ۱۵۸ میں فرماتے ہیں کہ: ''بعض علماء اہل تخریج ہیں ان کا یہ کام تھا کہ جس مسئلہ کو اماموں کے اقوال میں مصرحاً نہیں پاتے تھے ان کے اقوال میں نظر کر کے ان کے قواعد مقررہ کے مطابق ان کو ثابت کر لیتے تھے اور وہ اماموں کی طرف منسوب ہوتے تھے کسی کو شافعی کسی کو حنفی کہا جاتا تھا اور صاحب حدیث بھی ان کی موافقت کرنے سے ان کی طرف منسوب ہوتے تھے جیسا کہ نسائی اور بیہقی''۔ بخوف طوالت عربی کے ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا اور بستان المحدثین میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں (یہ بھی سب حاضرین کے استادوں کے استاد ہیں):

''او شافعی المذہب بود چنانچہ مناسک ولالت براں میکند''۔

(ص:۱۳۱)

کہ نسائی شافعی المذہب تھے مناسک سے ثابت ہوتا ہے۔

دار قطنی محدث:

کی نسبت لکھتے ہیں:

''او علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن دینار بن

عبداللہ است وکنیت او ابوالحسین بر مذہب شافعی است۔"

کہ ان کا نام علی، ان کے باپ کا عمر، ان کے باپ کا احمد، ان کے باپ کا مہدی، ان کے باپ کا مسعود، ان کے باپ کا دینار، ان کے باپ کا عبداللہ اور کنیت ان کی ابوالحسین، شافعی کے مذہب پر تھے۔ (بستان المحدثین ص: ۴۸)

ابوداؤد محدث:

"مردم را در مذہب او اختلاف ست بعض گویند شافعی بود و بعض گویند حنبلی۔"

کہ ابو داؤد کے مذہب میں اختلاف ہے بعض شافعی المذہب، بعض حنبلی المذہب کہتے ہیں۔ اسی طرح اور محدثین کی بابت مؤرخین محققین نے لکھا ہے۔ (بستان المحدثین ص: ۱۲۰)

جب یہ دشواری ہے اور جس کے لئے محدثین نے بھی تقلید بغیر چارہ نہ دیکھا تو کیا آج کل کے ہر ایک مولوی کو خواہ وہ کیسے ہی فہم کا آدمی ہو اور اس نے یہ کتابیں بھی سمجھ کر

ف: ان کے علاوہ بڑے بڑے اولیاء کرام حضرت جنید بغدادیؒ، بایزید بسطامیؒ، ابوالحسن خرقانیؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ، خواجہ سید معین الدین چشتیؒ، قطب الدین بختیار کاکیؒ، نظام الدین محبوب الٰہیؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدثؒ، شیخ عبدالحق صاحب محدثؒ، علامہ ابن حجرؒ وغیرہ وغیرہ لاکھوں علماء و اولیاء سب آئمہ اربعہ کے مقلد تھے پھر یہ آج انگریزی عہد میں کہاں کے محدث؟ حشرات الارض کی طرح سے دو چار کتابیں پڑھ کر نکل آئے کہ نہ جن کے تقویٰ کا کچھ ٹھیک نہ علم کا ٹھکانہ سب اگلوں کو جہنمی اور مشرک بنانے پر تیار ہو گئے اور لڑائی جھگڑے کا دروازہ کھول دیا "ترمذی" اور "بخاری شریف" کسی کو نہیں ملی تھی نہ کوئی سمجھا تھا؟ سمجھے تو یہ سمجھے خدا ان سے سمجھے۔

پڑھی ہوں یا نہ اور اس سے بڑھ کر ہر ایک جاہل کو بھی یہ اجازت دی جائے کہ ان کتابوں پر بے دھڑک عمل کرے؟ بھلا ہمارا فاضل مخاطب ہمیں ایک اجازت نامہ تو لکھ دے پھر ہم دکھائیں کہ ان کتابوں سے کیسے کیسے مسائل برآمد ہوتے ہیں؟ اور نہیں خاص صحیح بخاری ہی پر عمل کرنے کا حکم دے اور ہم کو یہ بھی بتائے کہ فلاں حدیثیں منسوخ ہیں پھر بھی دیکھئے کیا کچھ نتائج پیدا ہوتے ہیں، پھر اس پر ہمارے فہم کی پابندی بھی ہوگئی دوسرے کے فہم کی پابندی تو تقلید ہے۔

محدثین اور ائمہ مجتہدین کی مثال عطار اور حکیم کی ہے۔ عطار کی دوکان میں ہر قسم کی دوا ہے مگر اس کے مواقع استعمال اور تاثیرات حکیم ہی جانتا ہے۔ پھر ہر شخص کو اس عطار خانہ کے استعمال کی کیونکر اجازت دے دی جائے؟ اور صدہا برس سے محدثین ومفسرین اسی تقلید کے پابند چلے آئے ہیں پھر آج اس سلسلہ کے توڑنے کے لئے جو ہمارا مخالف کوشش کررہا ہے کبھی کامیاب نہ ہوگا، کیا خوب کہا ہے کسی عارف نے:

طاعنی گر کند ایں سلسلہ را طعن قصور　　حاشا للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں را

افسوس کہ تمام اہل اسلام کو سلف سے خلف تک تقلید کے باعث یہ نیا گروہ مشرک بنا کر جہنم میں ڈالنے کی کوشش کررہا ہے پھر اس قدر وسیع بہشت میں کہ جس کا چوڑان آسمان و زمین کے برابر ہے کیا یہی دس بیس حضرات کلانچیں مارتے پھریں گے اور آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت کی تعداد بہت بڑی ہوگی اور کئی صفیں ہوں گی پھر کیا وہ تعداد انہیں دس بیس حضرات سے پوری ہوگی؟

سب غیر مقلد اہل سنت کو مشرک سمجھتے ہیں:

(ثالثوں میں سے ایک نے فرمایا توبہ توبہ مجھے امید نہیں کہ یہ صاحب آپ لوگوں کو مشرک سمجھتے ہوں۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہرگز ہم یا ہمارا گروہ ان کو مشرک نہیں جانتا یہ بہتان ہے) اس میں مولانا کو مولوی رحیم بخش صاحب پنجابی واعظ کلکتہ کا ایک رسالہ دیا گیا جس میں تمام مقلدین کو خطبۂ کتاب میں ہی مشرک لکھا تھا، مولانا نے وہ کتاب ہاتھ میں لے کر کہا یہ کتاب مخالف پارٹی میں سے ایک بڑے مولوی صاحب کی تصنیف ہے جو صف مخالف میں بڑا عمامہ باندھے بیٹھے ہیں اور آپ واعظ بھی ہیں اور اس گروہ کی تائید کے لئے از خود یا بلائے ہوئے، تشریف بھی لائے ہوئے ہیں۔ سب کی نگاہیں اٹھنے لگیں کہ وہ کون ہے؟ مولوی رحیم بخش لوگوں کے پیچھے چھپنے کا بندوبست کر رہے تھے، مولانا نے اشارہ کر کے فرمایا وہ حضرت (مولوی صاحب نے ایک کے پیچھے سر نیچا کرلیا) وہ مولوی رحیم بخش صاحب۔

دیکھئے آپ نے اس کا عربی زبان میں خطبہ بھی لکھا ہے گو وہ عربی عبارت ایسی غلط ہے کہ جس کو مدرسہ کا ادنیٰ طالب علم بھی غلط بتائے گا آپ خطبہ میں الحمدللہ الغرو اڑات ول اڑاڑات کے بعد فرماتے ہیں ''المقلدین المشرکین'' ثالثوں کو رسالہ دکھایا ان سے لے کر مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری و مولوی ابراہیم صاحب آروی نے بھی دیکھا اور مولوی کو کہا ہائے تم نے کیا لکھ مارا جس سے سب کو ندامت ہوئی اس پر ثالثوں اور حضار مجلس نے بڑا افسوس ظاہر کیا۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا وقت تمام ہو چکا ہے ورنہ میں کچھ اور بھی کہتا، یوں جواب دینے کو تو ہر بات کا جواب ہو سکتا ہے مگر اب دیکھتا ہوں کہ فاضل مخاطب انصاف

ملحوظ رکھ کر کیا جواب دیتا ہے اور میں یہ بھی کہے دیتا ہوں اگر اس قدر بیان میں جو میری یاداشت سے تھا اگر کسی نام کی جگہ اور نام لیا گیا یا کتاب کے صفحہ بتادینے میں غلطی ہوگئی ہو (تو طرفین سے ایسی خوردہ گیری خارج مبحث سے درگزر کیا جائے) یہ کہہ کر خدا کی حمد وثناء اور رسول پاک پر درود وسلام کے ساتھ کلام کو تمام کیا، اور ثالثوں سے کہا میں نے آپ کی سمع خراشی کی معاف کیجئے۔ ثالثوں نے تعریف کے بعد شکریہ ادا کیا۔ جلسہ برخاست۔ خلق کا مولانا کے ہاتھوں پر بوسہ دینے کو ہر طرف سے ہجوم تھا اور تمام رہ یہی کیفیت رہی مکان پر آکر بھی وہی ہجوم تھا اہل سنت کی فرحت وشکرگزاری کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا تھا، مولانا مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب نے تو گلے سے لگا کر یہ کہا خدا نے تیرا سینہ کھول دیا ہے:

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

رات بھر جواب کے لئے غیر مقلدین کے مولویوں میں بڑی شب بیداری رہی صبح تک کتابوں پر پڑے ہوئے تھے اور لکھتے اور پھاڑتے تھے۔

ساتواں اجلاس

بارہ بجے سے لوگ آنے شروع ہوئے اور بدستور سابق مجلس قائم ہوئی ثالث بھی تشریف لائے اور لوگ اس شوق سے زیادہ آئے کہ آج جواب دینے کے لئے مولوی عبدالعزیز صاحب کھڑے ہوں گے دیکھیں آج ان کے مقابلے میں آپ کی گویائی کہاں تک کام دیتی ہے؟ جب ایک بج گیا اور ظہر کی نماز سے فارغ ہوچکے تو مولانا اور دیگر علماء اور رؤساء بھی میدان رزم کی طرف چلے جب شامیانہ کے پاس آئے جماعت کثیر نے استقبال کر کے تواضع سے لیا۔ اول صف میں علماء و رؤساء تھے مولانا اور دیگر علماء آکے بیٹھ گئے، ثالثوں نے مولوی عبدالعزیز صاحب سے کہا آپ کو رپلائی (جواب) کے لئے دو روز

دیئے جاتے ہیں آپ سے جہاں تک ہو سکے جواب دیجئے پھر جواب الجواب کے لئے کچھ وقت دوسرے سپیکر کو دیا جائے گا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب ہاتھ میں ایک کاغذوں کا انبار سا لئے ہوئے اسی انداز سے اٹھے مگر وہ چستی و چالاکی نہ تھی بخدائے وحدہ لاشریک لہ کئی منٹ تک مولوی صاحب کے پاؤں اور ہاتھوں میں رعشہ تھا جس کو مجلس کے ہر کہہ ومہ نے بخوبی دیکھا پھر کئی منٹ تک کھنکارتے اور کچھ کہنا چاہتے تھے پھر چپ ہو جاتے تھے اس حالت کو دیکھ کر مولانا مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کی طرف جو ان کے سامنے مخالف کی صف اول میں بیٹھے ہوئے تھے آنکھ کے اشارہ سے کہا کہ آپ کے سپیکر کا کیا حال ہو گیا آنکھ سے انہوں نے بھی منہ بنا کے یہ بتایا کہ حضرت شیخی میں آ کر کھڑے ہوئے تھے اپنے آپ کو طوطی بنگالہ سمجھے ہوئے تھے جو شہبازوں کے سامنے چونچ بند ہو گئی۔

مگر مولوی صاحب سنبھلے اور جیب سے رومال نکال کر پسینا پونچھا حالانکہ موسم شباب سردی کا تھا، اور منہ پر ہاتھ پھیر کر وہی شعر پڑھا:

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

جوابات از جانب غیر مقلد مولوی عبدالعزیز:

(۱) اس طرف سے جو دلائل بیان ہوئے ان کے جواب میں نے دے بھی دیئے ہیں پھر اور بھی دیتا ہوں۔ ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' جو آیت پیش کی تھی تفسیر کبیر میں اس مقام پر تصریح کردی ہے کہ یہاں سے تقلید علماء کا ثبوت کرنا بعید ہے اور نیز بیضاوی نے تقلید کی برائی بیان کی ہے مگر آیت ''فَاسْئَلُوْا'' قرآن میں چار جگہ آئی

ہے اور نیز اگر تقلید ہے تو علماء کی نہ تقلید شخصی انتہی۔

(۲) اس طرف سے حدیث: ''اتبعوا السواد الاعظم'' پیش ہوئی ہے اور ابن ماجہ کی کتاب میں مذکور ہے اور اتنے مولوی ہمارے سامنے موجود ہیں ذرا اس کو کتاب میں دکھائیں تو میں جانوں۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں ایک راوی ضعیف ہے یہ ان حضرات کی حدیث دانی ہے بڑا گروہ بڑا گروہ کیا بڑے گروہ کی پیروی حق پرستی کی دلیل ہو سکتی ہے؟ اگر بڑا گروہ حق پر ہوا کرے تو چاہئے کہ سنیوں کے شہر میں سنی اور شیعوں کے شہر میں شیعہ ہو جایا کرے کیا دلیل ہے جو ان سب کے گرو گھنٹال مولوی ہدایت اللہ خاں نے پیش کی یہ ان کی معقولیت ہے بڑے گروہ والے حق پر ہوں تو ان مولویوں کو یزیدیوں کا طرفدار اور ان کو حق پر سمجھنے والا سمجھنا چاہئے کس لئے کہ یزید کی طرف بڑا گروہ تھا اور امام حسینؓ کی طرف صرف چند آدمی تھے اب کہہ دینا چاہئے کہ یزید والے بڑے گروہ ہونے کے سبب حق پر تھے اور امام حسینؓ ناحق پر اور ہمیشہ اہل حق کم ہوا کرتے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ'' کہ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں اور دوسری آیت میں آیا ہے: ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ'' کہ ایماندار نیک تھوڑے ہیں دیکھو سیل صاحب کا ترجمہ (سیل صاحب کا ترجمہ دکھایا اور اسی تقریر کو سپیچ کے طور پر اس قدر بڑھایا کہ ایک ایک بات کو کئی کئی بار کہتے تھے گویا اور مضمون پیدا نہ ہوتا تھا پھر پھر کر اسی کا اعادہ تھا سامعین کا دل الٹا جاتا تھا کہ کچھ اور کہیں)۔

تیسری دلیل: ''لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ'' جو پیش ہوئی مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب کے علم کی دلیل ہے کیا ہی دلیل پیش کی ہے سبحان اللہ (بعض رؤساء نے کہا کہ بار بار مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب پر کس لئے منہ آتے ہیں وہ کسی روز بھی سپیکر نہیں ہوئے

اس پر ثالثوں نے مولوی عبدالعزیز صاحب کو ترش ہو کر کہا کہ یہ بات نہایت خلاف تہذیب ہے انہوں نے ہمارے روبرو کوئی دلیل پیش نہیں کی آپ اپنے مقابل سپیکروں کی طرف روئے سخن کیجئے مگر تہذیب کے ساتھ)۔

ہم کو یہ دکھانا ہے کہ اصلاح کے بعد فساد کس نے کیا ہے دیکھو سخت فساد ڈالنے والے دین میں ابوحنیفہ ہیں جنہوں نے نماز بگاڑ دی وضو بگاڑ دیا۔ (اس بات کو بڑی دیر تک بیان کیا اور بڑا غصہ ظاہر کر کے) پیغمبر خداؐ تو فرماتے ہیں کہ ہر عضو کو تین تین بار وضو میں دھونا چاہئے ابوحنیفہ کہتے ہیں کچھ ضرورت نہیں۔ اگر ابوحنیفہ کی تقلید واجب تھی تو مدینہ میں امام مالک نے کیوں نہیں کی اور امام شافعی نے کیوں نہیں کی اور کیا اس وقت کے سب مسلمان ابوحنیفہ کے مقلد ہو گئے تھے؟ خود ان کے شاگردوں نے ان کا خلاف کیوں کیا؟ ان کا کیا حق ہے کہ تقلید کریں اور ان کے کہنے سے قرآن و حدیث کو چھوڑ بیٹھیں آیت مذکورہ کے بموجب یہی مفسد ٹھہرتے ہیں اور یہ بھی سہی ابوحنیفہ سیکڑوں برسوں سے کہاں مر گئے ان کی باتیں بھی مر گئیں اب ان کی تقلید کیا؟ زندہ شخص کی تقلید کرنی چاہئے۔

چوتھی دلیل: ''اَطِیْعُوْا اللّٰہَ ...... الخ'' جو پیش ہوئی اس سے تو تقلید باطل ہوتی ہے نہ کہ ثابت اس لئے کہ جب ابوحنیفہ کی تقلید کی گئی تو یہ تو ان کی اطاعت ہوئی اللہ اور اس کے رسول کی نہیں ہوئی اور حکم ہے کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو ابوحنیفہ اولی الامر بھی نہیں وہ کہاں کے بادشاہ تھے؟ کس لشکر کے سردار تھے؟ بلکہ ایک غریب آدمی تھے جس کو اس وقت کے بادشاہ نے پکڑ کر قید کر دیا اور قید بھی کیسی عمر قید اور وہ کوڑے مارے کہ جس کا کوئی شمار نہیں حنفیوں کو شرم نہیں آتی کہ ایسے شخص کو اولی الامر کہتے ہیں۔ اچھا بتاؤ کس کتاب میں ان کو اولوالامر لکھا ہے، خدا نے ان کی تقلید کے بارہ میں کون سی آیت نازل کی

ہے رسول نے کہاں اور کس حدیث میں حکم دیا ہے؟

(اسی طرح پر وہ سخت زباں درازی اور طعن و تشنیع کی کہ سامعین کو بجز صبر و تحمل کے اور کچھ بن نہیں آتا تھا اور ثالثوں کی ناک بھوں بن رہیں تھیں اس میں بیکنٹھ بابو صاحب سے مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ اس تشنیع کو اصل بحث سے کیا تعلق ہے اور یہ کس بات کا جواب ہے، بیکنٹھ بابو نے کہا اپنا وقت آپ ضائع کر رہے ہیں آپ کو خوش ہونا چاہئے) اسی میں شام ہوگئی عصر کا وقت بھی تنگ ہونے لگا ثالثوں نے کہا وقت تمام ہوا پھر کل فرمایئے گا۔ مجلس برخاست ہوئی مگر مولوی صاحب کے بیان لایعنی سے حضار جلسہ کے تہذیب یافتہ نہایت ناخوش اٹھے بلکہ بعض نے تو وہیں کہہ دیا کہ بجز گالیاں دینے کے اب اور کوئی معقول جواب نہیں رہا، لوگوں کے دلوں میں مولوی صاحب کی سخت کلامی سے رنج پیدا ہوگیا۔

آٹھواں اجلاس

وہی وقت آگیا اور ثالث صاحب بھی جمع ہوگئے راجہ میاں اور ادھر کے علماء بھی آئے مولوی عبدالعزیز صاحب کھڑے ہوئے اور گفتگو شروع کی میں نے کل کہا تھا کہ ابوحنیفہ نے نماز بگاڑ دی وضو بگاڑ دیا دیکھو وضو یوں کرتے ہیں (آستین چڑھا کر وضو بڑی دیر تک بتایا اور اس کی سند میں احادیث لانی شروع کی کہ یوں ہاتھ تین بار دھونے چاہئیں اور یوں کلی اور یوں مسواک اور یوں منہ اور یوں خلال......الخ) پھر ان امور کو جو سنت تھے ابوحنیفہ نے یک لخت اڑا کر کہہ دیا کہ ان کی کوئی ضرورت نہیں پھر اب اس سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا؟ (اس تقریر کو بڑے طول سے بیان کیا) (موتی بابو) امام ابوحنیفہ صاحب جن کا کل سے ذکر ہو رہا ہے کون تھے؟ (اب ذرا سمجھ گئے اور ذرا ہوش آگیا) وہ مذہب اسلام

کے بڑے عالم بڑے قرآن وحدیث کے معانی جاننے والے بڑے دیندار بڑے پرہیزگار تھے۔ (موتی بابو صاحب) پھر ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی اپنے دین کا بڑا عالم اور دیندار پرہیزگار ہو اور پھر وہ اپنے دین کو بگاڑے۔ یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب کے چہرے پر ہوائیں اڑ گئیں اور یکبار مجلس میں شور وغل ہو گیا اور مہذبانہ طور پر مولوی صاحب پر قہقہہ اڑا۔ اب تو مولوی صاحب کی گویائی میں اور بھی فرق آگیا اور رومال نکال کر پسینہ پونچھنے لگے اور کہنے لگے میں اس شخص کو جو امام ابوحنیفہ کی مذمت بیان کرے یا ان کی توہین روا رکھے مردود سمجھتا ہوں وہ مسلمانوں کے پیشوا اور بڑے ہادی تھے، مجلس نے اور بھی تبسم کیا اور اپنے منہ سے اپنا ہونا بیان کر دیا اور اپنے .... پر آپ مہر و دستخط کرا دی سبحان اللہ حضرت امام صاحبؒ کی کیا کرامت ہے۔

پھر تقریر شروع ہوئی۔ ہماری مخالف جماعت نے اپنی دلیل میں ''اتبعوا'' کا لفظ ذکر کیا تھا جس کا ابو خلف اعمیٰ راوی ہے ابن ماجہ کی روایت میں اس کو میزان الاعتدال میں ضعیف لکھا ہے مگر ان مولویوں کو جو تقلید ثابت کرنے آئے ہیں اتنا بھی معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی شرم نہ آئی کہ اہل حدیث کی جماعت کے سامنے ایسی ضعیف حدیث بیان کرنے کو کھڑے ہوئے اور ایک لطف ہے ان مولوی صاحبوں میں بڑے بڑے معقولی و اصولی ہیں مگر ''اتبعوا'' کے معنیٰ کی طرف ان کے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی کیونکہ ''اتبعوا'' چاہتا ہے کہ دو جماعت ہوں کیونکہ صیغہ جمع ہے ایک ان کی کہ جن کو یہ حکم دیا گیا دوسرے وہ کہ جن کی پیروی کریں اس میں دونوں ایک ہوگئی (بیکلمہ بابو ثالث نے سوال کیا کہ اس کو ہم نہیں سمجھے) جواب یعنی دونوں کا ایک ہونا لازم آتا ہے (اس پر علماء و طلباء نے آہستہ سے ایک قہقہہ اڑایا کہ سبحان اللہ کیا کہتے ہیں کیا ایک ہونا لازم آیا ہے۔ مولوی ہدایت اللہ خاں

صاحب نے بہت آہستہ سے مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب سے کہا اس ملاں کو کیا ہوگیا ہے یہ بے تکی کیوں ہانکنے لگا ان غیر مقلدوں میں کیا اور کوئی نہ تھا؟ (مولانا) حضرت اور ان سے بھی بڑھ کر ہیں ان سب میں پھر بھی غنیمت ہیں جو بات تو کھڑے ہوکر بنا رہے ہیں بے تکی ہی سہی۔ اس میں مولانا نے مولوی محمد سعید صاحب کی طرف آنکھ کے اشارہ سے پوچھا کہ تمہارا سپیکر کیا کہہ رہا ہے؟ بنارسی صاحب نے شرم کے مارے آنکھیں نیچی کرلیں)۔

اسی طرح ''ید اللہ علی الجماعۃ'' پر ہمارا اعتراض ہے۔ اور نیز حدیث: ''من عصیٰ امیری...... الخ'' جو سند میں پیش ہوئی اس سے ابوحنیفہ سے کیا علاقہ؟ آیت ''لاتفسدوا'' کی بابت مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ خدا تو فرماتا ہے: ''اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ'' کہ متفرق راستے نہ بناؤ جیسا کہ اماموں نے بنائے۔ اور نیز ابوحنیفہ نے کیوں نہیں فرمایا کہ میری تقلید کرو اور ان کے شاگردوں نے ان کی تقلید کیوں نہ کی۔ اور نیز مسلم الثبوت کتاب میں: ''لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا و این افتینا'' کہ ہمارے قول پر بغیر اس کے جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا فتویٰ دینا حلال نہیں۔ اور نیز ابوحنیفہ نے کہا ''اترکوا قولی بقول رسول اللہ'' (موتی بابو صاحب جب امام ابوحنیفہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ میرے قول کو حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ دو تو کیا وہ حدیث کے خلاف باتیں لکھتے تھے اور لوگوں کے لئے فقہ مدون کرتے جاتے تھے اور تعلیم کرتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اس کو ترک کردو، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی عقلمند آدمی ایسا کرے، اس کا جواب مولوی صاحب سے پوچھا مگر جواب شافی نہ دے سکے)۔

ہمارے مخالفوں نے جو تقلید کا ثبوت تفسیر کبیر سے دیا ہے دیکھو تفسیر کبیر میں جلد۲

صفحہ ۱۱۷، اسی قدر ہے کہ جواز تقلید مجتہدین میں اختلاف ہے اور یہ بھی اس آیت ''فَاسْئَلُوْا'' کے تحت میں لکھا ہے کہ اس آیت سے تقلید کا ثبوت کرنا ہی ہے کیونکہ یہ آیت خاص یہود و نصاریٰ کے بارہ میں اتری ہے۔ اور آیت ''اَوَ لَوْ کَانَ آبَاؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ'' کی تفسیر میں امام رازیؒ اور بیضاوی نے تقلید کی مذمت اور اس کا حرام ہونا لکھا ہے (چنانچہ عبارت تفسیر کی دکھائی گئی)۔

اور بیضاوی کی جو عبارت پیش ہوئی ہے اس سے صرف عوام پر علماء کا اتباع نکلتا ہے نہ یہاں تقلید کا ذکر ہے نہ مجتہدین کا اور اتباع و تقلید کے ایک ہی معنیٰ ہیں اور عوام کی قید سے ثابت ہے کہ علماء پر تقلید واجب نہیں اور اگر علماء سے مراد مجتہدین ہیں تو ان مولویوں کے کہنے پر عوام کیوں چلتے ہیں؟

جلسہ کا وقت تمام ہوگیا۔ (مولوی عبدالعزیز صاحب) ابھی مجھے اور کچھ کہنا ہے۔ (ثالث) کل کچھ وقت آپ کو دیا جائے گا۔ باقی دوسرے سپیکر کے لئے جواب الجواب کے لئے۔ مجلس برخاست ہوئی اور لوگ اپنے اپنے مقامات پر گئے۔ رات کو ہمارے قیام گاہ میں جو مولوی عبدالعزیز صاحب نے ''اتبعوا'' کے معنیٰ میں موشگافی کی تھی اس پر طلباء میں وہ ہنسی ہوئی کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے اور لوگ اہل علم بھی ہنستے تھے۔ (مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب) اس بھلے مانس کو یہ کیا سوجھی تھی اور دیکھئے کل کیا جودت علمی دکھاتے ہیں؟ ارے بھائی اس نے پڑھا بھی ہے کسی نے کہا ہاں کچھ صرف و نحو اور بعض رسائل پڑھ کر دہلی گئے تھے وہاں تو پھر میاں صاحب کے ہاں جانے کی دیر ہے علم کے مٹکے میں غوطہ دے کر فوراً مولوی بلکہ مجتہد و محدث کر دیتے ہیں۔ افسوس یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں ابتداء ہی سے مجدد و محدث بننے کا شوق چراجاتا ہے پھر تو استادوں ہی

پر ہاتھ صاف کرنے لگتے ہیں۔

نواں اجلاس

لو صاحب یہ آخری اجلاس ہے ذرا سویرے چلو کہ قریب جگہ ملے، خلق خدا آنی شروع ہوئی، ثالث بھی آئے ادھر سے بھی تیار ہو کر پہنچے اکھاڑا یا میدان جنگ فریقین کی توپوں اور مورچوں سے درست کیا گیا (مولوی عبدالعزیز صاحب) مجھے کچھ ابھی کہنا ہے (ثالث) کہئے مگر آج صبح سے اجلاس ہے بارہ بجے تک تمام ہوگا اس میں دوسرے سپیکر کو بھی وقت دینا ہے (راجہ میاں و دیگر رؤساء) ہمارے سپیکر کے لئے کم از کم دو روز تو جواب الجواب کے لئے وقت ملنا چاہئے۔ (ثالث) کچھ ضرور نہیں اس لائق سپیکر کو ایک گھنٹہ بھی ان کی تمام گفتگو دو روزہ کے جواب دینے کو بہت ہے۔ (رؤساء) نہیں صاحب بہت کم وقت دیا جاتا ہے اتنی تھوڑی مہلت میں کیا کیا کہیں گے۔ (ایک ثالث ایک رئیس آہستہ سے) زیادہ وقت اس لئے مانگتے ہو کہ تمہارا شیر نر سپیکر اپنے شکار کے اور خوب چیتھڑے اڑائے۔ (رئیس ہنس کر) ہاں تسلی تو ان کی جب ہی ہوگی۔ (ثالث) گھنٹہ بھی بہت ہے۔

آخر الامر اس گڑبڑ کے بعد دو گھنٹے مولوی عبدالعزیز صاحب کے لئے گفتگو پورا کرنے کے واسطے اور ڈیڑھ گھنٹہ مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب کے لئے ان کی گفتگو کا جواب دینے کے لئے مقرر ہوا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب:

ہمارے پرانے دوست مولوی عبدالحق صاحب نے جو بعد میں آکر ایک گفتگو کی جس پر تمام حاضرین مجلس نے آفریں آفریں کے نعرے بلند کئے وہ نادرست تقریر ہے، اس

لئے کہ مولوی صاحب کو رائے اور خبر میں اشتباہ ہوگیا، رائے اور چیز ہے، خبر اور چیز ہے۔ بخاری وغیرہ محدثین اخبرنا یا حدثنا کہہ کر رائے نہیں بیان کرتے بلکہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خبر پھر دونوں میں کتنا فرق ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی جج اپنے ماتحت منصف کی گواہی پر اعتبار کر کے ڈگری دے دیتا ہے مگر جہاں وہ رائے سے فیصلہ کرتا ہے اس کو نہیں مانتا اسی طرح احادیث میں رائے کا کہیں دخل بھی نہیں صرف خبر ہے جو ان کی عدالت و ثقہ ہونے کی وجہ سے قبول کی جاتی ہے۔ دیکھو مولوی عبدالحق اپنی اس کتاب (عقائد الاسلام) میں امام بخاری کی کیسی مدح لکھتے ہیں، کتاب دکھائی۔

باقی رہی یہ بات کہ امام صاحبؒ نے رائے سے کہا اس پر ان کا قول: ''اترکوا قولی'' خود گواہ ہے جس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ (گھر میں جا کر جو مناظرہ طبع کر دیا ہے اس میں یہ اور باتیں بھی کسی سے مشورہ لے کر بڑھا دیں ہیں میں ان کو بھی نقل کر دیتا ہوں) ''اور یہ قول ہمارے دوست کا کہ معنیٰ تقلید کسی کی بات بے دلیل مان لینا قبول روایت پر بھی صادق آتا ہے محض نافہمی کی بات ہے۔ کسی وکیل نے جو کوئی قانونی دفعہ بیان کیا یا کسی چپراسی نے حاکم کا حکم پہنچایا پھر کیا یہ وکیل یا چپراسی کا قول کہلائے گا؟ پھر اگر ایسا ہے تو یہ لوگ اپنے کو امام کا مقلد کیوں لکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو امام کا قول سنا نہیں نہ ان کی کوئی کتاب دیکھی حسب فہم ہمارے دوست کے اپنے کو مقلد اس مولوی کا کہنا تھا جس سے سنا نہ امام کا۔ انتہیٰ ملخصاً''۔

اور ہمارے دوست نے جو حدیث ''بلغوا'' پیش کی اور اسی طرح ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' اس سے تقلید سے کیا تعلق ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے ماننے پر جو دلیل طلب کی تھی یہی دونوں حدیثیں پیش کردہ ان کی دلیل ہیں، اس لئے کہ کتب حدیث کی

تدوین وتبلیغ حسب حکم پیغمبر علیہ السلام کے ہے اور رائے اور قیاس کا بطلان بھی انہی دونوں حدیثوں سے ہوگیا کیونکہ آپ نے اپنی باتوں کے پہنچانے کا حکم دیا نہ یہ کہ کوئی امام اپنی رائے اور تجویز سے مسئلہ نکال کر پہنچادے اگر مذہب حنفی کی کتاب اور بخاری ومسلم کی کتاب ایک ہی قسم کی چیز تھی تو اس کا نام فقہ اور اس کا نام حدیث کیوں ہوا دونوں کے نام ہی سے دونوں کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ مطبوعہ رسالہ میں یہ بھی لکھ دیا۔

چوتھی دلیل ہمارے دوست نے ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُم'' پیش کی اور امام کو اولی الامر ٹھہرایا اس سے تو تقلید کا ابطال ہوتا ہے کیونکہ لفظ اولی الامر کہہ رہا ہے کہ بہت لوگ مراد ہیں نہ ایک، دوم جو اس آیت کے نزول کے وقت تھے ان کو معزول کر کے امام ابوحنیفہ کو ان کے جگہ منصوب ہونے کی کیا وجہ، سوم اختیار کے معنیٰ اجتہاد کے کیونکر ہوئے، چہارم اس میں خدا ورسول واولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے، اگر رسول اور اولی الامر میں اختلاف ہو تو کس کو ترجیح ہوگی؟ پانچویں آیت کے بعد میں ہے کہ اگر جھگڑا پیدا ہو تو اللہ ورسول کی طرف رجوع کرنا چاہئے جس وقت جھگڑا درپیش ہے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے نہ امام کی طرف پس تقلید باطل ہوئی۔

نمبر۵: جملہ دلیل جو پیش ہوئی ''اِذَا جَاءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ'' اس سے تقلید کیونکر ثابت ہوئی بلکہ اس سے تو باطل ہوئی کیونکہ موافق اس آیت کے کسی کی بات سن کر یوں ہی مان لینا نہیں چاہئے بلکہ رسول کی کتاب اور اختیار والوں سے ملا لینا چاہئے علاوہ اس کے جب تقلید شخصی کے یہ معنیٰ ٹھہر چکے کہ ہر مسئلہ میں ایک ہی امام کی تقلید کرنا تو میں کہتا ہوں اس جھگڑے میں یہ لوگ اپنے امام کے مقلد ہیں یا نہیں اگر مقلد ہیں تو امام کا قول اس بارہ میں دکھائیں ورنہ اس مسئلہ میں ان کے امام نے کچھ کہا یا نہیں اگر نہیں تو تقلید

شخصی نہیں رہی کیونکر دوسرے کی طرف جانا پڑا اس مسئلہ میں۔ دوسرے ملاّ عارف و مولوی ہدایت اللہ صاحب کا وہ قول باطل ہوا کہ امام نے سارے مسائل تحقیق کر کے لکھ دیئے کیونکہ امام نے مسئلہ تقلید کو نہ لکھا اب میں دکھاتا ہوں کہ ان کے امام نے اس مسئلہ میں کیا کہا یہ مسلّم الثبوت ان کی معتبر کتاب ہے جس کو ہمارے سامنے تسلیم کیا اس میں لکھا ہے[1]:

''عن ائمتنا لا یحل لاحد ان یقول بقولنا ما لم یعرف من این قلنا''

جس سے ثابت ہوا کہ بے دلیل قول ماننا حرام ہے پس اس مسئلہ میں یہ لوگ امام کے مخالف ہیں اور ان کا دعویٰ تقلید شخصی باطل ہوگیا۔

اس کے بعد طعن و تشنیع کے گرداب شروع ہوئے کہ الامان الامان آنکھ بند کر کے جو زبان کھولی تو توہین کا اور خلاف تہذیب کا کوئی مرتبہ اٹھا نہیں رکھا پھر غصہ فرو ہوا اور پسینہ پونچھ کر حواس درست ہوئے تو یہ کہنا شروع کیا۔ دیکھو شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی کتاب مصفی میں کیا لکھا ہے وہ کتاب پڑھنی شروع کردی جس کا ماحصل یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں مسائل اختلافیہ میں میرے نزدیک کوئی وجہ ترجیح کی نہ تھی جس میں مجھے تردد تھا اس لئے مجھ کو اشارہ ہوا کہ امام مالکؒ کی مؤطا کی طرف رجوع کرو۔

اور اس کے بعد مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ایک وصیت نامہ پڑھنا اور اس کی عبارت کا ترجمہ کرنا شروع کردیا جس کا مطلب ہے کہ کتاب و سنت پر قائم رہو اور ہر روز قرآن مجید پڑھ لیا کرو ورنہ ترجمہ دیکھ لیا کرو۔ اور فقہاء کی تعریفات کو کتاب و سنت سے ملا کر دیکھ لیا کرو اگر موافق ہیں تو ٹھیک ورنہ انہیں پھاڑ ڈالنے چاہئیں اور کسی فقیہ کے کلام کو تمسک کر کے کتاب و سنت سے بے پروا نہ ہونا چاہئے۔ یہ ترجمہ نہیں خلاصہ ہے۔

---

[1] امام ابوحنیفہ کا یہ قول نہیں پھر امام کا قول کہاں سے سمجھ لیا؟

اس کے بعد مولانا کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ حضرت کہ جن پر حنفیوں کو ناز ہے اور جن کی تقریر نے ان کی کمر تھام لی یہ کون ہیں یہ بھی ہمیں لوگوں میں سے ایک ہیں ہمارے استاذ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ ان سے پھر گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ثالثوں نے فرمایا آپ کا وقت ہو چکا مولوی صاحب بیٹھے ادھر مولانا تو بڑی دیر سے تیار ہی بیٹھے تھے یکبارگی کھڑے ہو گئے اور ثالثوں سے کہا افسوس مجھے بہت کم وقت دیا گیا میرے دل کے ارمان دل میں رہ جائیں گے اور وقت دیجئے۔ ثالثوں نے کہا آپ کو یہ بھی بہت ہے ہمیں بھی آپ بہت کچھ کہہ دیں گے ناچار مولانا نے اسی کو منظور کیا۔

مولوی مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب:

مجھ کو تو اب کچھ کہنا ہی نہیں چاہئے اس لئے کہ جب تین روز کی گفتگو میں ہمارے فاضل مخاطب نے میرے دلائل کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ گویا (بلکہ صرف) ہمارے دلائل کو تسلیم کرلیا مجھے اپنے مخاطب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے، مگر کسی قدر جو اتنے بڑے وسیع بیان کی بابت لب کشائی کی ہے اس کو لائق جج آپ وزن کر سکتے ہیں کہ وہ ہماری کون سی دلیل کا اور کس بات کا جواب ہے شاید مولوی صاحب کے مقلد (جو بجز اس بات کے اور کچھ نہیں جانتے کہ ہمارا مولوی بھی تو بول گیا) جواب سمجھیں مگر مجھے ان کی سمجھ سے کیا ڈگری حاصل کرنی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اب جو کچھ ہمارے بیان کے جواب میں فرمایا ہے اس کا بحذف طول عبارت یہی خلاصہ ہے کہ جس پر غالباً آپ صاحبوں نے بھی نوٹ دے رکھے ہوں گے۔ پہلی بات رائے اور خبر میں فرق ہے مگر وہ فرق تقلید میں کوئی فرق پیدا نہیں کر سکتا اس لئے کہ جب

شروع میں میں نے تقلید کے معنیٰ بیان کر کے یہ کہا تھا کہ اگر اس میں کچھ کلام ہو تو مولوی صاحب فرمائیں پھر نہ سنا جائے گا وہاں میں نے تصریح کر دی تھی اور معزز ثالثوں سے کہہ دیا تھا کہ آپ نوٹ کرتے جایئے اور آپ کے پاس نوٹ کئے ہوئے ہیں دیکھ لیجئے۔ وہاں تعمیم کر دی تھی کہ تقلید شخصی کسی کی بات کو بے دلیل یعنی بے قرآن وحدیث کے تسلیم کر لینا محض اعتبار سے پھر وہ کوئی بات ہو اور کسی کی بات ہو، اب خواہ رائے کو بے دلیل تسلیم کیا ہو یا خبر کو قطعاً تقلید شخصی ہے، کیا مولوی صاحب بہت جلد فراموش کر گئے اب سوچے تو کیا فائدہ؟ اور چلو اس وقت کے تسلیم کرنے کو جانے دو اب فرمایئے اس کی کیا دلیل (یعنی قرآن وحدیث سے ثبوت) کہ خبر کو تو بے دلیل تسلیم کر لو اور رائے کو نہ کرو؟ اگر یہ کہا جائے کہ رائے میں غلطی کا احتمال ہے؟ تو کیا خبر میں صدق وکذب کا احتمال نہیں؟ اجی حضرت وہاں تو کذب کا احتمال اور اس غلطی کا دغدغہ ساتھ لگا ہوا ہے اور اسی لئے رائے کی بابت کہیں قرآن مجید میں تفحص اور جانچ کرنے کا حکم نہیں دیا، خبر میں دے دیا دیکھو سورۂ حجرات میں فرماتا ہے: ''وَ اِنْ جَائَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوْا'' کہ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کو جانچ لو۔ اور یہ ایک صحابی کی خبر کی بابت نازل ہوئی ہے کہ جہاں عدالت ظاہر تھی چہ جائیکہ خیر القرون کے بعد کے لوگوں کی خبریں جن کی نسبت صحیح حدیث میں ''ثم یفشوا الکذب'' آگیا ہے کہ پھر جھوٹ پھیل جائے گا اس کو فسق کا زمانہ یا کذب کا زمانہ کہنا حدیث سے ثابت ہے پھر آپ کے پاس اس دینی خبر کی جانچ کا بجز اس کے اور کیا آلہ ہے کہ آپ اسماء الرجال کی کتابوں کے ورق الٹا کریں کہ جہاں خود خبر ہے یا رائے ہے پھر اس کو کیوں بے قرآن وحدیث کے تسلیم کرتے ہو۔ اسماء الرجال کے مؤرخوں کی بھی تو راویان حدیث کی نسبت رائے ہیں یا کسی کی رائیں بصیغہ خبر ہیں پھر اس گرداب سے نجات

نہ ہوئی اب اگر آپ اس رائے کو بے دلیل یعنی قرآن و حدیث نہیں مانتے اور اس کو تقلید جان کر نفرت کرتے ہیں یہاں بھی کیجئے چلو حدیث کا دروازہ بند ہوگیا۔

دوم آپ تمام صحیح بخاری کو تسلیم کر چکے ہیں ذرا اس کو پڑھ کر تو دیکھئے کہ خود امام بخاری علیہ الرحمہ کی اور پھر ان سے اگلے لوگوں کی کس قدر رائیں ہیں جو خبر اور حدثنا کے صیغہ میں نقل کی گئی ہیں۔ اور بجز مرفوع حدیثوں کے اور جگہ جہاں قال ابن عباسؓ و قال ابوہریرہؓ وغیرہ ہے وہاں کس اعتماد پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ ابن عباسؓ و ابوہریرہؓ و عبداللہ بن مسعودؓ کی رائیں نہیں اور یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں جب کہ ہم ان کا استنباط و اجتہاد کرنا ثابت کر آئے ہیں۔ منصف اور جج کی جو آپ مثال لائے ہیں انصاف کیجئے وہ کیسی بے موقع مثال ہے۔ کیا جج منصف کی کسی شنیدہ خبر پر اعتبار کر کے ڈگری دے دیتا ہے یا اس کی بچشم خود دید بات پر۔ اب آپ فرمائیے بخاری سے لے کر اوپر تک درمیانے راوی شنیدہ بات بیان کر رہے ہیں یا کسی واقعہ کی بچشم خود دیکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔ اور رہا رائے کو منسوخ کرنا اور شہادت پر ڈگری دینا وہ بھی ہر جگہ نہیں بلکہ برعکس بھی ہوتا ہے کہیں رائے مستحکم ہو جو اصول قانون اور ہائی کورٹ و پریوی کونسل کے فیصلوں سے مستفادہ و مستنبط ہوتی ہے کبھی منسوخ نہیں کی جاتی اور خلاف واقع شہادت اسی رائے دہندہ کی رد ہو جاتی ہے۔ بس معلوم ہوا کہ رائے ہو یا خبر ہر ایک کا قبول و رد اس کی اصلی خوبی یا قبح پر موقوف ہے۔

اور ہمارے فاضل مخاطب نے جو ہم کو اس کہنے میں نافہم بنایا ہے (کسی کی بات بے دلیل ماننا تقلید ہے) تو ہمارا سمجھ دار اور فہیم مخاطب ہم کو بتائے کہ کیا یہ تحقیق ہے؟ تقلید نہیں۔ ناظرین دونوں کی نافہمی اور فہم کا آپ موازنہ کر سکتے ہیں کہ کون فہیم اور نافہم ہے؟ میں اپنے فاضل مخاطب کی جناب میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

اور ہمارے فاضل مخاطب کا یہ کہنا کہ اگر وکیل نے یا چپراسی نے یا کسی نے سعدی کا مصرعہ پڑھا وہ کس کا قول کہلائے گا یعنی اصلی قائل کا نہ کہ ناقل کا اور پھر اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ یہ لوگ امام کا مقلد نہ کہلائیں کیونکہ انہوں نے ان کا قول سنا نہیں بلکہ اسی کے مقلد کہلائیں کہ جس سے یہ قول سنا۔ سبحان اللہ کیا ہی برجستہ اور عالمانہ تقریر ہے۔ کیا حضرت نے یہ معلوم نہیں کیا کہ اگر کوئی کسی بات کو بطور نقل کے کہتا ہے وہ کس کی بات کہلاتی ہے؟ عالی جناب وکیل یا چپراسی یا مصرعہ پڑھنے والا ناقل بن کر کہے گا اس کو قول تصور نہ ہوگا اور آپ نے کس مولوی سے یہ سنا ہے کہ وہ بطور نقل قول امام صاحب کے نہیں کہتا بلکہ اپنا قول جتلا کر کہتا ہو؟ اور قول کو اس قائل کی طرف منسوب کرنے کے لئے کیا اچھا قاعدہ بتایا ہے کہ اس سے سنا ہو یا اس کی کتاب میں دیکھا ہو اگر یہی بات ہے تو آپ کسی حدیث کو پیغمبر خدا ﷺ کا قول نہ فرماتے ہوں گے اس لئے کہ نہ آپ نے حضرتؐ سے سنا نہ آنحضرت ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب میں دیکھا۔ نازم بریں فہم۔

پھر اور جملہ دلائل میں صرف دو حدیثوں ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' و ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' پر اس قدر کلام کیا ہے کہ اس کو تقلید سے کیا تعلق؟ تعلق ہم بیان کر آئے ہیں ناظرین کو معلوم ہے مگر آپ کو معلوم نہیں۔ کاش اس تعلق پر کچھ کلام کرتے تو معلوم ہوتا۔ آپ کا اس کے دلیل میں یہ فرمانا کہ ''دعویٰ تو یہ ہے کہ سارے مسائل میں ایک ہی امام کی تقلید......الخ'' فاضل مخاطب کے حافظہ کی شکایت کرتا ہے، یہ دعویٰ اس مناظرہ میں کب پیش ہوا تھا کاغذات موجود ہیں ذرا دیکھئے تو سہی، حضرت یہ دوسرا دعویٰ ہے۔ جس کو ہم التزام مذہب معین سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس اور دلائل و اقوال علماء ہیں آپ تو زور میں آ کر سرے سے تقلید شخصی کے ہی منکر ہو گئے تھے اب ہمارا

دعویٰ ثابت ہو گیا اور ان کی طرف سے کچھ جواب نہ بن آیا تو دوسری طرف چلے لیجئے ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں مگر پہلے اس دعویٰ کو تسلیم کیجئے۔ شاید شخصی کے لفظ سے آپ جمیع مسائل میں ہر شخص کو ہر وقت ایک ہی کی تقلید کرنا سمجھ گئے سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے آگے چل کر فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کے ماننے کے لئے یہی دلیل ہیں کیونکہ کتب حدیث کی تدوین اور تبلیغ حسب حکم پیغمبر ہے۔ جیسا کہ ان حدیثوں سے ظاہر ہے ــــــــ الخ۔ ہاں صاحب بڑی مدت میں مدعی بن کر سامنے آئے۔ بھلا فرمائیے تو کسی کتب حدیث کی تدوین حضرت پیغمبر علیہ السلام کی کس حدیث سے ثابت ہے آپ کی حدیث دانی تو معلوم ہو ذرا وہ حدیث تو لائیے کہ جس میں تدوین کتب حدیث کا ذکر یا حکم ہو۔ مگر آپ کو وہ حدیث بھی یاد ہے کہ جس میں حضرت نبی ﷺ نے تدوین حدیث سے منع کیا ہے: "لا تکتبوا عنی غیر القرآن"۔ اور اگر یہ آپ کا حکم تھا تو صحابہؓ کے عہد میں اس پر عمل کیوں نہیں ہوا؟ اور اگر یہ بھی ہو تو بخاری و مسلم کی کتاب کی صحت کہ جن میں استنباط و آراء بھی ہیں کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور اگر یہی تبلیغ ہے تو ائمہ کا استنباط کہ جو قرآن و احادیث کے مطالب صحیحہ کا اظہار ہے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کس لئے تبلیغ نہیں ذرا فرق تو بیان فرمائیے۔

یہ ہمارے بیان کے متعلق بحث تھی جس کا ہم جواب دے چکے مگر یہ تو فرمائیے کہ اس بے بنیاد بیان کو ہمارے دلائل سے کیا لگاؤ ہے کس دلیل پر منع ہے معارضہ ہے نقض ہے یا باقاعدہ مناظرہ ہے کیا چیز؟ ایک پریشان ہیچ اور بے تک گفتگو۔

مجھ سے پہلے جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے متعلق جو کچھ فاضل مخاطب نے بیان فرمایا ہے اگر اس کی پوری قلعی کھولوں تو مجھے ہمارے مہربان ثالث کچھ وقت دے دیں ورنہ خیر مطالب ہی پر کلام کرتا ہوں اور درمیانی لایعنی باتوں کو چھوڑتا ہوں۔

مولوی عبدالعزیز صاحب کے اول جرح کا جواب:

آپ نے آیت "فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ" پر یہ جرح کی ہے کہ اول میں فَ ہے جس کا ترجمہ پس ہے۔ (۲) "اَھْلَ الذِّکْرِ" میں تعیم ہے۔ (۳) "اَھْلَ الذِّکْرِ" چاہتا ہے کہ کسی کی خبر بتائے نہ کہ اپنی رائے۔ (۴) ابوحنیفہ اہل الذکر نہ تھے۔ نزول آیت کے وقت بہت لوگ اہل الذکر تھے۔ (۵) ابوحنیفہ مر گئے ان کے اقوال بھی مر گئے اب ان سے پوچھ نہیں سکتے۔ (۶) "لَا تَعْلَمُوْنَ" چاہتا ہے کہ اگر نہ جانو تب پوچھو اور جو قرآن وحدیث سے معلوم ہو تو کیا حاجت؟

جواب:

فَ کے مقدم ہونے سے استدلال میں کوئی فرق نہیں آتا، تعیم بھی ہمارے لئے مفید ہے جس میں ائمۂ مجتہدین بھی شامل ہیں۔ اہل الذکر کے یہ معنی لینا کہ وہ کسی کے اقوال جانتا ہو محتاج دلیل ہے اس پر کوئی دلیل بیان نہیں کی۔ علی سبیل التسلیم ابوحنیفہؒ وغیرہ ائمہ استنباط کر کے دوسرے کے قول ہی کو تو بیان کر دیتے ہیں یعنی خدا و رسول کے۔ نزول آیت کے وقت اگر ہزاروں تھے تو کیا یہ سوال کرنا انہیں تک محدود تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ بعد والوں کو بھی شامل ہے بحکم تعیم الفاظ پس ابوحنیفہؒ کے عہد میں گو اور بھی ہوں مگر یہ سب میں بہتر تھے کہ ان سے پوچھا جائے بہتر نہیں مساوی سہی تب بھی پوچھنا ان سے ضرور ہوا مر جانا پوچھنے کے منافی نہیں ان کے اقوال میں سب مشکلوں کے جواب ہیں اس لئے وہ زندہ ہیں اور یہ کہنا کہ مرنے سے اقوال بھی مر جاتے ہیں تو شاید آپ کے نزدیک بخاری ومسلم وغیرہ محدثین رحمہم اللہ زندہ ہیں؟ پھر کیا ان کے اقوال مر گئے اسی طرح صحابہ وآنحضرت ﷺ کی بابت کیا کہو گے؟ اس بات سے بوئے الحاد آتی ہے "لَا تَعْلَمُوْنَ" کی قید ہمارے لئے

مفید ہے اس لئے کہ ہم جب ہی تو ائمہ سے پوچھنے کے محتاج ہوتے ہیں کہ جب ہم کو بظاہر وہ بات قرآن وحدیث میں نہیں ملتی۔ پھر یہ حضرات ہم کو اسی قرآن وحدیث کی تہہ میں سے نکال کر وہ بات ہم کو بتادیتے ہیں ہم ان کی نسبت بے علم ہوتے ہیں وہ علم والے۔ ورنہ ان کی تقلید کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور جواب سے پہلے مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ اہل سنت وجماعت کا لفظ تقلید کے معنیٰ کو باطل کرتا ہے، مولوی صاحب کے علم وفضل کا نتیجہ ہے، مولوی صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کو اہل سنت و جماعت سے غیر کس لئے سمجھ لیا۔ پھر غیر غیر کیا کہتے ہیں، اس کو بھی جانے دو کلام تقلید شخصی میں ہے کسی کی ہو چلو امام شافعیؒ تو اہل سنت وجماعت میں داخل ہیں انہیں کی کرو۔ مولوی صاحب کے فہم عالی میں کسی شخص کی تقلید کرنا جماعت اہل سنت سے باہر کردیتا ہے اگر ایسا ہے تو مولوی صاحب امام بخاری و مسلم کی اور اسماء الرجال کے مؤرخوں کی اور ابن حزم و ابن قیم و قاضی شوکانی و میاں صاحب کی تقلید کر کے اہل سنت سے خارج نہ ہوئے اور ائمہؒ تقلید کی تقلید کر کے خارج ہوئے تو ہم جمہور اہل اسلام اہل حرمین وغیرہ کی گھر کی جماعت ہے جس کو چاہا نکال باہر کیا۔ ہم میں اور آپ میں مقلد ہونے کی حیثیت سے فرق ہی کیا ہے ہم نے ایک بڑے عالم کے پہاڑ کی آڑ لی ہے آپ لوگ ہر کس و ناکس کی تقلید کرتے ہو گھر بہ گھر مارے مارے پھرتے ہو، کسی نے کیا خوب کہا ہے: یک در گیر محکم گیر۔

چوتھے اجلاس میں:

جو آیت ''لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ'' پیش ہوئی تھی اس پر ہمارے مخاطب فاضل نے یہ جرح کی کہ ''بَعْدَ اِصْلَاحِهَا'' کا لفظ اس لئے چھوڑ دیا کہ اصلاح کا زمانہ صحابہؓ کا تھا اس کے بعد ابوحنیفہؒ نے فرض واجب سنت مستحب احکام کی تقسیم کر کے فساد کردیا اور وضو

کو بگاڑ دیا تین بار دھونا تھا انہوں نے کہہ دیا کچھ ضرورت نہیں اور برانڈی اور پوٹ شراب کو حلال کر دیا، ہدایہ میں مذکور ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو دلیل میں مذکور نہ ہونے سے کیا قصور لازم آ گیا؟
اب رہی یہ بات کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فساد برپا کر دیا مولوی صاحب کا وضو شکست کر دیا شراب برانڈی حلال کر دی پوٹ جائز کر دی یہ دوسری بات ہے چلو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید نہ کرو امام شافعیؒ یا امام مالکؒ یا امام احمدؒ کی کرو کیا وہ بھی مفسد اور شراب حلال کرنے والے تھے؟ اصل دعویٰ میں امام ابوحنیفہؒ کا نام بھی نہیں اور ہم یہ کب کہتے ہیں کہ ان کے سوا کسی کی تقلید نہ کرو۔

رہے یہ طعن اب ان کا جواب میں ایسا دے سکتا ہوں جس کی تلخی مولوی صاحب گھر تک نہ بھولیں مگر: گفتگو آئین درویشی نبود، ورنہ باتو ماجراہا داشتیم۔ تہذیب و حیا مانع ہے، فصبر جمیل۔

اب جو آپ وضو بگاڑنا فرماتے ہیں یہ آپ کے سمجھ اور علم و فضل اور دیانت کی خوبی ہے امام ابوحنیفہؒ نے کہاں فرمایا ہے کہ تین بار وضو میں ہر عضو کا دھونا مسنون نہیں آپ نے تو اس حدیث سے کہ جس کو بخاری نے بھی روایت کیا ہے کہ: ''توضاء رسول الله صلیٰ الله علیه و سلم مرة مرة و مرتین و ثلاث مرات''۔ (یہ بخاری ہمارے ہاتھ میں ہے ملاحظہ فرمایئے) یہ بات بتلائی ہے کہ ایک بار دھونا فرض ہے اس کے بغیر وضو نہ ہوگا اور دو بار یا تین بار دھونا سنت ہے فرض اور ضروری نہیں اس لئے کہ فرض زیادہ ضروری ہوتا تو حضرتؐ ایک بار پر اکتفیٰ نہ فرماتے اور اس میں بھی تعلیم مقصود تھی اور اس جگہ سے فرض واجب سنت مستحب کے مراتب دریافت کئے کہ یہ حکم کس مرتبہ میں ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کا

فساد ہے؟ سچ کہا حضرت سعدیؒ نے:

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہمہ ہنرش در نظر

رہی برانڈی اور پوٹ کی اباحت جس کا آپ ہدایہ میں حوالہ دیتے ہیں اگر سچے ہو اور کچھ شرم بھی ہے تو یہ ہدایہ رکھا ہے اس میں دکھائیں۔ حضرت یہ نیا اعتراض نہیں پہلے بھی چند کوڑ مغز قل اعوذے ہو گزرے ہیں جن کو یہ لیاقت تو کہاں تھی کہ "ھل یجوز القیاس فی اللغۃ؟"۔ کی بحث کو سمجھتے پھر اس پر خمر کے اس اصلی معنیٰ کو دیکھتے جو نزول قرآن کے وقت اس لفظ سے متبادر تھے پھر اس پر قیاس کر کے ہر ایک مسکر کو حرام کہنا نہ خمر۔ اس کی حقیقت کو سمجھتے ذرا لمبی ڈاڑھی پھٹکار دی اور امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض جڑ کر شہرت حاصل کرنے کے امیدوار بن بیٹھے آپ ان کے مقلد ہیں آپ برا نہ مانیں آپ نے ہدایہ پڑھا بھی ہے؟ میں کہتا ہوں آپ تو کیا آپ کی یہ تمام جماعت بھی مجھ ناچیز کے سامنے ہدایہ کا صحیح مطلب تو بیان کر دے۔ معزز ثالث اجازت دیں تو ابھی علم و فضل کی قلعی کھل جاتی ہے، شاید صحیح عبارت بھی نہ پڑھ سکیں کیونکہ صرف و نحو تو بدعت ہونے کے سبب آپ صاحبوں نے پڑھی نہ ہوگی۔

اگر اس کے مقابلہ میں تمہارے مولویوں کے وہ فتوے اور رسالے پیش کروں کہ جن میں ختم نبوت کا انکار اور منی کا شکر میں لپیٹ کر کھانا درست ہے وطی فی الدبر درست مرد کو چاندی کا زیور درست شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک خنزیر کی چربی درست تو مسلمانوں کے سامنے منہ دکھانے کی بھی جگہ باقی نہ رہے۔

کاش مکہ مدینہ میں دار الاسلام اور علماء کا گھر ہے (اور وہ نئے دیندار ہندی لوگ

نہیں کہ جن کو صحیح قرآن پڑھنا بھی نہیں آتا اور بخاری کو "بوکھاری شریف" کہتے ہیں اور پھر محدث اور مجدد اور مجتہد) ان کے سامنے آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو مفسد کہیں تو معلوم ہو:

دھول دھپہ اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دوستی ایک دن
فصبر جمیل و اللہ علی ما تقول وکیل

اس بات کا جواب تو آپ کی تقریر میں موتی بابو صاحب نے دے دیا تھا کہ کوئی عالم دیندار اپنے دھرم کو نہیں بگاڑ سکتا، جس پر عالی جناب کو پسینہ آگیا، اس کے بعد اپنے زعم میں تیسری دلیل کا جواب دیتے ہوئے صرف حدیث "لا یحل دم امرء" جو تائید میں آئی تھی اس کا ایک ٹکڑا بے ضرورت سمجھ کر ترک ہونے پر مولوی صاحب نے جو زبان درازی کی ہے اس کو جواب سے کچھ علاقہ نہیں مگر مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ لفظ منکم موجودین کو چاہتا ہے جو نزول کے وقت موجود تھے، قابل داد ہے اور آیات میں جو یہ لفظ ہے جیسا کہ "وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ" الآیہ وہاں بھی آپ یہی فرمائیں گے پس تمام خطاب کے صیغے اسی وقت کے لوگوں کے لئے ہوں گے "اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ، اٰتُوا الزَّكٰوةَ" مولوی صاحب اور ان کے مقلد تو اس وقت تھے نہیں پھر یہ تو آزاد ہیں نہ ان پر نماز فرض نہ زکوٰۃ، یہی تو میں نے شروع بیان میں عرض کیا تھا کہ ترک تقلید میں بڑے مزے اور بڑی آزادی ہے، اور اولی الامر جمع کے صیغے ہونے سے آپ تقلید کو جب باطل کرتے کہ ہم صرف ایک ابوحنیفہؒ ہی کی تقلید کا حکم دیتے جب کہ اور بھی ائمہ ہیں پھر جمع کا اطلاق ٹھیک ہوا یا نہیں؟

چوتھی دلیل میں "ید اللہ" کی سند پر اور لفظ "اتبعوا" پر کہ اصل کتاب میں نہیں اور اس حدیث ابن ماجہ پر کہ اس کا راوی ضعیف ہے یہ اعتراض کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو تائید میں ہیں اصل استدلال آیات واحادیث بخاری سے ہے پھر ان کے نہ ہونے سے دلیل میں کیا فرق آ گیا؟ اور قلمی نسخے میں لفظ "اتبعوا" ہے آپ بخاری کے نسخوں کو ملاحظہ فرمایئے اور ہندوستان اور مصر کی مطبوعہ سنن ابو داؤد کو دیکھئے کہ حدیثیں کی حدیثیں ندارد اور ابو خلف اعمیٰ کا ضعف کس آیت یا حدیث سے معلوم ہوا؟ یحییٰ بن معین کے کہنے سے جس پر کوئی دلیل نہیں پھر اب آپ نے یحییٰ کی تقلید کی یا نہیں؟ اور آپ نے یہ بھی بتادیا کہ صحاح ستہ میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں، اسی لئے تو ہم آپ کو کہتے ہیں کہ یحییٰ جس کی مدح کرتے ہیں ان کے کہنے پر عمل کیجئے اور ان سے پوچھا کیجئے مگر اس سے آپ چڑتے ہیں۔

مگر بعد کے بیان میں جو آپ نے درفشانی کی ہے کہ "اتبعوا" دو گروہ چاہتا ہے اس کا مطلب آپ سے پوچھا بھی مگر پھر بھی واضح نہ ہوا لو ہم سمجھ گئے گو آپ نہ سمجھے ہوں آپ فرماتے ہیں جمع کا صیغہ ہے مگر تقلید کرو فرادی فرادی ثابت نہیں۔ اے سبحان اللہ کیا کہنے ہیں "اٰتُوا الزَّکٰوۃَ" سے بھی آپ یہی سمجھئے کہ مل کر زکوۃ واجب ہے اکیلے پر نہیں اور "لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا" میں بھی سب کو مل کر زنا کرنا ممنوع ہے اکیلے اکیلے پر نہیں، اسی برتے پر آپ حضرات ائمہ کی تقلید چھڑا کر آپ قرآن وحدیث سمجھنے کے مستحق بنتے ہیں: بایں خواری امید ملک داری۔

اور "اولو الامر" پر اعتراض بے جا ہے جب صحابہؓ نے اس کے معنیٰ علماء کے لئے ہیں تو پھر ہم اب اور کی کب سنتے ہیں اور وہ بھی ہندی کی۔

اور امیری پر جو اعتراض ہے وہ بھی لغو ہے کیونکہ معنیٰ کی تعمیم دلائل سے ثابت کر چکے، یہ تو جو مجھ سے پہلے اپنا بیان فرمایا تھا اس کا جواب ہے۔

اب جو میرے روبرو دو روز تک ارشاد ہوا اس کا بھی سنئے:

پہلی بات آپ نے یہ فرمائی کہ بیضاوی نے تقلید کو حرام لکھا ہے اور آپ نے عبارت بھی دکھائی جس سے آپ کی جماعت خوش ہوئی ہوگی کہ مولوی صاحب نے فتح پائی اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی شرمناک کاروائی اگر دیدہ و دانستہ عمل میں آئی ہے تو علماء کی شان سے نہایت بعید ہے اور اگر سمجھ ہی ایسی تھی تو کچھ مضائقہ نہیں، اب میں اس عبارت کو اور قرآن مجید کی اس آیت کو معزز ثالثوں کے سامنے پیش کرتا ہوں دیکھئے سیل کا ترجمہ...... ترجمہ دیکھا گیا...... یہ آیت بت پرستوں کے حق میں ہے جو تقلید آبائی میں بت پرستی کرتے ہیں جن کا یہ مقولہ تھا ''بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا'' جس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''اَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ'' کہ کیا جب بھی ان کے طریقے پر چلیں گے کہ ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ ثابت ہو جائیں۔ ایسی تقلید کو ہم کب واجب کہتے ہیں اس کو ہم بھی حرام کہتے ہیں پھر کہاں یہ تقلید اور کہاں ائمہ مجتہدین کی تقلید جو قرآن و احادیث کے مطالب سمجھاتے ہیں اپنے گھر کی کوئی بات نہیں کہتے۔ یہ دھوکے بازیاں تو عوام غیر مقلدین کرتے ہیں۔ اس قسم کی تقلید اگر کرتے ہیں تو باوجود دعویٰ ترک تقلید حضرات غیر مقلدین ہی کرتے ہیں۔ جو کچھ ابن حزم و ابن تیمیہ و ابن قیم و داؤد ظاہری و قاضی شوکانی زیدی یا ان کے موجود ملاں کہہ گئے ہیں وہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہی کیوں نہ ہو اور احادیث اور جمہور محدثین ہی کے خلاف کیوں نہ ہو اسی کو قبول کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کو عمل بالحدیث بھی کہہ کہہ کر جنت کے مستحق بنتے ہیں جن

لوگوں کے نام لئے گئے ہیں اگر ان کے مسائل مخترعہ پیش کروں اور اس کے مقابلے میں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ بھی دکھاؤں تو یہ گھنٹہ اسی میں تمام ہوجائے خیر پھر بھی سہی یار زندہ صحبت باقی۔

اب اس کے مقابلہ میں انہیں بیضاوی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو کہ جہاں وہ تقلید ائمہ کو واجب کہتے ہیں، اسی مقام سے اگلی عبارت کو پڑھتے ہوئے ہمارے مخالف کو شرم کیوں آئی، دیکھئے:

"اما اتباع الغير فى الدين اذا علم بدليل ما انه محق كالانبياء و المجتهدين فى الاحكام فهو فى الحقيقة ليس بتقليد بل اتباع لما انزل الله تعالى."

(بیضاوی ج:ا ص:۸۹، مطبع کشوری)

یعنی غیر کا اتباع جب کہ کسی دلیل سے یہ ثابت ہوجائے کہ وہ حق پر ہے (یہی حسن ظن ہے، انبیاء کا حق پر ہونا معجزات سے مجتہدین کا ان کی علمی اور دینی شہرت سے ثابت ہوتا ہے) جیسا کہ انبیاء اور مجتہدین کا احکام میں اتباع ہو تو وہ فی الحقیقت تقلید نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی چیز کا اتباع ہے۔

دیکھئے تقلید ائمہ مجتہدین کو ما انزل اللہ کا اتباع کہہ دیا، بلحاظ انہیں دلائل کے جو میں نے پیش کئے، اور سچ ہے مجتہدین کا اتباع دراصل اللہ اور رسول کا اتباع ہے گو بظاہر ان کی تقلید ہے، کیونکہ مجتہد اپنے گھر سے کچھ نہیں کہتا۔

پھر اسی صفحہ میں بیضاوی یہ بھی فرماتے ہیں:

"و اما اتباع المجتهدين لما ادى اليه ظن مستند

الی مدرک شرعی فوجوبه قطعی و الظن فی طریقه کما بیناه فی الکتب الاصولیة۔"

ترجمہ: لیکن مجتہدین کا اس چیز میں اتباع کہ جس کی طرف ان کا ظن کسی شرعی وجہ سے پہنچتا ہے تو اس کا وجوب قطعی ہے اور ظن اس کے طریقہ میں ہے جیسا کہ ہم نے اصول کی کتابوں میں بیان کیا۔

یعنی مجتہدین جو احکام کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کرتے ہیں گو اس بات کے ثابت کرنے میں ظن ہو لیکن اس کی پیروی واجب ہے اور یہی امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے مختلف مقامات پر اور تمام اصول کی کتابوں میں یہی ہے خواہ وہ حنفیوں کی ہوں خواہ شافعیوں کی دیکھو مسلم الثبوت و مختصر الاصول و میزان و بدیع الاصول وغیرہ وغیرہ۔

اب اس تمام جماعت کے دادا استاذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی تفسیر عزیزی کو ملاحظہ فرمایئے:

"ازاں جملہ مجتہدین شریعت و شیوخ طریقت ان کہ حکم ایشاں بطریق واجب مخیر نیز لازم الاتباع است بر عوام امت زیرا کہ فہم اسرار شریعت و دقائق طریقت ایشاں را میسر است"۔

(فتح العزیز، مطبوعہ کلکتہ ص: ۱۲۵)

یعنی جن لوگوں کا اتباع واجب ہے ان میں سے مجتہدین شریعت اور پیران طریقت ہیں کہ جن کے احکام کو ماننا بصورت

واجب مخیرؒ لازم ہے یعنی اختیار ہے خواہ ابوحنیفہؒ کی پیروی کرے خواہ شافعیؒ کی خواہ مالکؒ و احمد بن حنبلؒ کی، کیونکہ یہ لوگ اسرار شریعت سمجھنے والے ہیں۔

یہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ مولانا حاجی اسحٰق صاحبؒ کے نانا اور استاذ اور پیر طریقت ہیں، اور حاجی اسحٰق صاحب مرحوم مولوی سید نذیر حسین صاحب کے استاذ ہیں اور وہ اس تمام جماعت کے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کے علم و فضل، تقویٰ و دیانت کا نہ صرف ہند میں بلکہ عرب و عجم میں ڈنکا بج چکا ہے پھر نہ وہ سمجھے نہ ان کے نواسے نہ ان کے اور شاگرد جو بڑے بڑے علماء تھے اور ہیں سمجھے تو یہ لوگ سمجھے جو سب سے الگ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد چنتے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ اس بات کی پہلے سے خبر دے چکے ہیں:

"یخرج فی آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفھاء الاحلام یقولون من قول خیر البریة یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة"۔ (متفق علیہ)

کہ آخر زمانہ میں ایک گروہ ظاہر ہوگا نو عمر (لونڈے چھوکرے) احمق ہوں گے، حدیث پیغمبرؐ کی پڑھیں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، دین سے ایسے نکل جاویں گے جیسا کہ تیر شکار سے پار ہوجاتا ہے۔

یعنی احمق اور ناتجربہ کار ہوں گے بات بات پر حدیث لائیں گے مگر دراصل بے

دین ہوں گے، اور یہ بھی فرما گئے ہیں کہ اس امت کے آخر لوگ قریب قیامت پہلوں پر لعنت کریں گے، یعنی زبان درازی بزرگان دین پر کریں گے سو یہ بھی ناظرین نے دیکھ لیا، امام ابوحنیفہؒ کی کیسی توہین کی گئی اور ان کو مفسد دین قرار دیا گیا جن کو زمانے نے مان لیا برخلاف ان کے معتقد علیہ لوگوں کے۔

آپ نے یہ جو فرمایا کہ ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ'' کی تفسیر میں امام رازیؒ نے لکھ دیا کہ اس آیت سے تقلید ائمہ کا ثابت کرنا بے کار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خود فرما چکے ہیں کہ یہ آیت قرآن میں چار جگہ آئی ہے، پھر آپ نے ایک مقام پر بلحاظ سیاق و سباق ایک جگہ اس سے تقلید ثابت نہ کرنے سے یہ کیونکر جان لیا کہ اور تینوں جگہوں میں بھی امام رازیؒ اس سے تقلید کا ثبوت روا نہیں رکھتے۔

ولو سلمنا یہ امام رازیؒ کی رائے ہے خود امام رازیؒ تقلید کا ثبوت کر چکے ہیں جیسا کہ دلائل میں مذکور ہوا خیر اس آیت سے اس مقام پر نہیں سہی اور دوسرے مقام سے اور دوسری آیت سے سہی۔

اور یہ کہنا کہ اگر تقلید ہے تو علماء کی نہ تقلید شخصی، عجب بات ہے کیا ائمہ مجتہدین علماء نہیں جہلاء ہیں؟ اور وہ ایک تو نہیں کئی ہیں ہر ایک کی تقلید شخصی ہو سکتی ہے یہ شخصی آپ کو جمع کے افراد پر منطبق کرنی کسی نے اس مجلس میں نہیں سمجھائی۔

اور ''اتبعوا السواد الاعظم'' پر جو آپ کی جرح ہے وہی ہے جو پہلے کر چکے، اس کا جواب بھی ہو چکا ہے مگر ایک نئی بات گرما گرم آپ نے یہ فرمائی کہ اگر بڑے گروہ اور جمہور کی طرف حق ہو تو یزیدیوں کا برحق ہونا ثابت ہو جائے، کیونکہ ادھر جمہور تھے۔ سبحان اللہ۔ یہ معلوم ہوا کہ علم تاریخ میں بھی فاضل مخاطب کو پورا ملکہ ہے۔ حضرت یہ کس نے کہہ

دیا کہ جمہور ادھر تھے؟ جمہور اور بڑا گروہ حضرت امام حسینؓ ہی کی طرف تھا، یہ اور بات ہے کہ معرکہ میں آپ کی گروہ کو خبر نہ ہوئی، فریق ثانی جو صرف اہل شام تھے بہت زیادہ آ گئے جیسا جنگل میں کوئی بادشاہ، چور بدمعاش کی گروہ کو مع چند خدمتگاروں کے مل جائے تو کیا بڑا گروہ اور جمہور چوروں کی طرف سمجھا جائے گا؟ ہرگز نہیں! امام حسینؓ کی شہادت کے بعد صرف ایک مختار ثقفی نے جو دراصل انتقام امام کے بہانہ سے اپنی بادشاہت چاہتا تھا کس قدر مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور یزیدیوں کا کیا پتلا حال کیا معلوم ہوا کہ جمہور کس کی طرف تھا؟

اور اجماع کے ابطال پر جو دو آیات آپ نے پیش کیں ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا ھُمْ''، ''وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ''۔ شاید آیات کے مطالب فہم عالی میں نہ آئے، بے شک کفار و مشرکین بہت ہیں اور جملہ بنی آدم میں سے ایماندار نیکوکار و شکرگزار بہت کم ہیں، یہ قلت ان کے لحاظ سے ہے مگر ان میں جمہور کا اعتبار ہے۔

پارلیمنٹ کے ممبر تعداد میں انگلینڈ کی تمام رعایا سے بہت کم ہیں مگر پھر ان کی جماعت میں سے کثرت کی طرف لحاظ ہوگا جدھر کثرت سے ممبر ہوں گے وہی بات معتبر ہوگی ایک دو کا اعتبار نہ ہوگا۔ سمجھ میں آیا؟

افسوس جماعت کو جس کی فضیلت اور برحق ہونا آیت: ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ'' وغیرہا اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کس حیلہ سے باطل کیا جاتا ہے؟ مگر یہ خبر نہیں رہی کہ اگر جمہور اور اجماع کوئی چیز نہ رہے گا تو پھر کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت و اعتبار پر پھر وہ کون سی دلیل آپ کے پاس باقی رہ جائے گی؟

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی، گومشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد۔ بہت خوب شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسرے کے قلعہ پر پتھر پھینکنا آپ ہی کا کام ہے۔

آیت ''لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ'' پر جو آپ نے نئی جرح کی وہ یہ ہے کہ امام مالکؒ نے ابوحنیفہؒ کی تقلید کیوں نہ کی ان کے شاگردوں نے کیوں نہ کی؟ یہ اس آیت پر کیا جرح ہے؟ یہ بے تکی بات ہے، اور بات بھی بے ٹھکانہ۔ یہ ہم نے کب کہا ہے کہ تمام جہان پر صرف امام ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب ہے اور یہ بھی کب کہا تھا کہ مجتہدوں پر بھی دوسرے مجتہد کی تقلید واجب ہے۔

امام مالکؒ و شافعیؒ خود مجتہد تھے اور امام صاحب کے شاگرد اصول وقواعد اجتہاد میں امام کے مقلد تھے فروع کے استنباط کرنے میں مگر انہیں اصول وقواعد سے جن کو حضرت امام ہمامؒ سے حاصل کیا تھا آپ مجتہد تھے۔ اب اگر آپ لوگ بھی مجتہد ہیں تو تقلید نہ کیجئے، اور ابوحنیفہؒ کا جو آپ حق پوچھتے ہیں تو ان کا وہی حق ہے جو فن حدیث میں امام بخاری علیہ الرحمہ کا حق ہے، پھر آپ جیسی تقریر کوئی مخالف صحیح بخاری آپ کے مقابلہ میں بھی کرسکتا ہے کہ ان کا کیا حق ہے جو ان کی کتاب کو اصح الکتب کہا جائے اور اس کے مقابلے میں سب کو چھوڑ دیا جائے۔ اب بھی سمجھ میں آیا؟

آیت ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ...... الخ'' پر آپ کی جدید جرح یہ ہے کہ اس سے تو خود تقلید باطل ہوتی ہے کیونکہ جب ابوحنیفہؒ کی تقلید کی تو خدا و رسول کی اطاعت نہ ہوئی۔ یہ بھی بے سمجھی کی جرح ہے کیا آپ کو ابھی حضرت بیضاوی وغیرہ مفسرین نے نہیں سمجھایا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ماننا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کا قول ماننا ہے کیونکہ یہ اپنے گھر سے کچھ نہیں فرماتے، اللہ اور اس کے رسول ہی کے قول کی شرح کرتے ہیں۔

اور امام صاحب کے اولی الامر ہونے پر جو آپ نے جرح کی اور سخت الفاظ میں یعنی کوڑے پٹنے اور قید میں جانے سے ان کا اولی الامر ہونا باطل کیا، کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے عہد میں اولی الامر نہ تھے یا ان کے بعد ان کے حواری نہ تھے، پھر وہ کہاں کے بادشاہ تھے کس لشکر کے جرنیل تھے پھر کیا ان پر کوڑے نہیں پڑے قید میں نہیں ڈالے گئے؟ اسی طرح امت محمدیہ میں بزرگوں کے ساتھ کیا کیا ہوا کیا امام احمد بن حنبلؒ پر کوڑے نہیں پڑے، کیا سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر قلم نہیں ہوا پھر کیا یہ اولی الامر نہ تھے؟ اجی حضرت اس چند روزہ دنیا و یہ تکلیفوں ہی کا خلعت عطا ہوا ہے ذرا احادیث کو بھی دیکھئے کہ سخت تر بلائیں نبیوں پر پڑتی ہیں پھر درجہ بدرجہ۔

امر حکم کو کہتے ہیں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ'' کہ حکم اسی کا ہے پھر وہ اس کے رسول کے وارثوں کو جو علم و تقوے کا ورثہ پاتے ہیں اسی لئے ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ نے اولی الامر کے معنیٰ علماء بیان کر دیئے مگر آپ کے نزدیک تو اولی الامر وہ ہے جو لٹھ باز ہو اور خواہ وہ کسی کونے میں بیٹھ کر دس بیس غریب غربا پر ظلم و ستم کر کے ان کے املاک و اراضی چھین چھان کر حاکم و رئیس بن بیٹھے وہی آپ کے نزدیک اولی الامر اور امیر المؤمنین ہے امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ کے کوڑے مارنے والے جابر و ظالم ابنائے دنیا تو اولی الامر ان کی اطاعت فرض اور ان کی حرام اور یہ ذلیل۔ توبہ کرو خدائے قہار سے ڈرو۔

آٹھویں اجلاس میں جو مولوی صاحب نے جرح کی وہی ہے جو پہلے کر چکے جس کا جواب ہو چکا، صرف نئی بات یہ کہی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ"

اور اماموں نے ایک دین میں تفریق کردی، شافعی حنفی کئی دین ہوگئے، اس کا جواب مولوی صاحب کی قرآن دانی کے موافق تو یہی ہے کہ اس وقت جب کہ یہ آیت نازل ہوئی چاروں امام کہاں تھے؟ پھر یہ ان کے لئے ہی ہے جو اس وقت موجود تھے۔ مگر یہ جواب ہم پسند نہیں کرتے کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے۔ اس کے موافق یہ جواب ہے کہ ائمہٗ اربعہ کا ایک ہی دین اور ایک ہی راستہ سیدھا ہے وہاں تفرق کا نام بھی نہیں رہا، جزئیات مسائل کا اپنی تحقیق کے موافق اختلاف جس کو فاضل مخاطب تفرق اور ایک دین کے کئی دین سمجھے ہوئے ہے اور اس گروہ کے اکثر بلکہ کل یہی سمجھے ہوئے ہیں سو یہ کچھ اختلاف اور تفرق نہیں خود صحابہ رضی اللہ عنہم کا جزئیات مسائل میں اپنی اپنی سمجھ کے موافق اختلاف تھا، اور ہر مذہب میں ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے، دیکھو حضرت عمر و عائشہ و عمار بن یاسر و عبداللہ بن مسعود و ابن عباس و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ پھر اگر یہی دین میں تفرق ہے تو معاذ اللہ سب سے پہلے وہی اس کے مورد ہوئے، اور اس کے سواء محدثین میں کیا باہم اختلاف نہیں کوئی کسی حدیث کو صحیح کوئی ضعیف کہتا ہے ان کی کتابوں میں اختلاف ہے خود ایک صحیح بخاری میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس کا کچھ شمار نہیں ایک ورق پر ایک حدیث دوسرے پر اس کے مخالف۔ ان غیر مقلدوں میں باہم ایسا اختلاف ہے کہ ٹھکانہ نہیں اسی بنگالہ میں دس گیارہ فریق موجود ہیں حالانکہ چند روز سے یہ فریق نکلا ہے۔

تقلید سے تو تمام اختلافات سمٹ کر چار ہی میں منحصر ہوجاتے ہیں اور ترک تقلید سے ہزاروں لاکھوں رستے نکل آتے ہیں ہر شخص کا جدا اجتہاد جدی سمجھ پھر وہ بھی ہر روز نئی

نئی مخالفت کوئی کسی کی سمجھ کا پابند نہیں جو کسی کو کہا جاتا ہے دیکھو تمہارے میاں صاحب نے یوں فرمایا ہے اس کے جواب میں وہ یہی کہہ دیتا ہے کہ میرے لئے ان کا قول حجت نہیں میں ان کا مقلد نہیں پہلے تو چوراہا تھا اب ہزار راہا ہو گیا دین ایک کھیل اور تماشہ ہو گیا۔ کوئی غیر مقلد وتر کی تین رکعت پڑھتا ہے کوئی ایک، کوئی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے کوئی اس کو بدعت کہتا ہے۔ حضرت یہی آیت آپ کے لئے کوڑا ہے ذرا غور تو کرو! اور انہیں اختلافات نے باہمی اتفاق کی بنیاد اکھیڑ کر پھینک دی، گھر گھر فساد، گھر گھر جھگڑا، اسلام کے بے رونق کرنے کا یہ ترک تقلید اچھا نسخہ ہے کیونکہ جب کسی کی پابندی ہی نہیں تو جہاں دو مولوی صحیح بخاری کھول کر بیٹھے پلم ڈکی شروع ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ معاملات میں یہ خرابی کہ جو مسئلہ اپنے مفید دیکھا اس کو اپنا مذہب بتادیا خواہ کسی کا ہو جو منافی دیکھا کہہ دیا کہ اس کو میں نہیں مانتا عدالتیں بھی حیران ہیں کہ ہر شخص کے لئے ہر روز اور ہر معاملہ میں جدا قانون کیونکر بنائیں ایک بات جرح میں اور بھی دلچسپ بیان کی ہے وہ کیا مسلم الثبوت کی عبارت کہ بغیر جاننے ہمارے قول پر فتویٰ نہ دینا چاہئے۔ میں متعجب ہوں کہ اس سے ترک تقلید ہمارے فاضل مخاطب نے کیونکر سمجھ لی؟ "ہمارا قول" تو تقلید ہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہاں وہ مفتی کے لئے نہ کہ ہر کہ وسہ کے لئے یہ ضرور تاکید کرتے ہیں کہ اس کی اصل دیکھ بھال کر فتویٰ دیا کرے کس لئے کہ ائمۂ مجتہدین کے مسائل پر قیاس کر کے متاخرین نے بہت سے مسائل اختراع کئے ہیں جن میں غلطیاں بھی ہیں اس بات کے ہم قائل ہیں، اسی لئے ہم مفتیٰ بہ و غیر مفتیٰ بہ اقوال کی نسبت دیکھا کرتے ہیں اسی بات کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ اپنے وصیت نامہ میں اشارہ کر رہے ہیں جس کو مفید مدعا سمجھ کر فاضل مخاطب نے ذکر کیا ہے ورنہ یہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب

عقد الجید میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید واجب کہہ رہے ہیں اور انصاف میں بھی اس کی تصریح ہے اور فیوض الحرمین میں تو صاف صاف فرمارہے ہیں کہ عالم مکاشفہ میں میں نے رسول خدا ﷺ سے چاروں مذہب کی بابت سوال کیا کہ ان میں سے کون سے کو اختیار کروں تو آنحضرت ﷺ نے خاص مذہب ابی حنیفہؒ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس میں احتیاط زیادہ ہے پھر نہیں معلوم کہ فاضل مخاطب نے مصفیٰ شرح موطا کی عبارت سے ترک تقلید کیونکر ثابت کی وہاں تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی ایک حالت بیان فرمارہے ہیں کہ جزئیات اختلافی مسائل میں ہر فریق کی دلیل دیکھ کر مجھے تردد ہوتا تھا کہ کس کو اختیار کروں اس حیرانی میں تھا کہ ملہم غیبی نے کتاب موطا کی طرف اشارہ کیا۔ کیونکہ موطا میں احادیث و اقوال صحابہؓ ہیں اور مذہب حنفی سے زیادہ مطابق ہیں ''قرائۃ خلف الامام و جھر بالتامین و رفع الیدین'' امام مالکؒ کے نزدیک نہیں نہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔ اگر کوئی شاہ ولی اللہ صاحبؒ جیسا ہو اس کو اختیار ہے دلائل میں غور کر کے جس امام کے مسلک کو چاہے اختیار کر لے۔

اور عجب ہے کہ موطا کی طرف اشارہ ہوا نہ صحیح بخاری و مسلم کی طرف اور جانے فاضل مخاطب نے کتب مسلمہ میں موطا کو کیوں نہیں گنوایا جس کی طرف شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو ملہم غیبی نے اشارہ کیا تھا حالانکہ وہ فاضل مخاطب کے شیخ الحدیث اور مسلم شخص ہیں۔

تفسیر کبیر و بیضاوی کی عبارتیں جو ترک تقلید پر دکھائیں اس شرمناک حوالہ کا کافی جواب ہو چکا، اگر اس کے مقابلے میں کتب تفاسیر و اصول و علماء کے اقوال و اجماع وجوب تقلید و التزام مذہب معین کے ثبوت میں پیش کروں تو فاضل مخاطب گھبرا اٹھے اور اسی طرح علماء حرمین شریفین و جمیع بلاد اسلامیہ کا فتویٰ جو وجوب تقلید پر دکھایا جائے اور کیا آپ نے

دیکھا نہ ہوگا تو ان کی جماعت کو حیرت ہو جائے سب کے مقابلے میں شاید فاضل مخاطب یہ
کہہ اٹھیں کہ دنیا بھر کے علماء اگلے اور پچھلے ایک طرف اور ہم اور ہمارے دو چار علماء ایک
طرف ہم کسی کو نہیں مانتے۔ اچھا نہ مانئے سب سے اخیر بات فاضل مخاطب نے مجھ ناچیز کی
نسبت یہ فرمائی کہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کا شاگرد ہے۔ بے شک مجھے اقرار ہے
کہ میرے شیخ الحدیث مولانا سید محمد عالم علی صاحب محدث بیمار ہو گئے تھے، مجھے عجلت تھی
میں سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحیحین پڑھیں، اور کتابوں کی سماعت بھی کی، مگر
یہ فرمانا کہ میں ان سے پھر گیا بے اصل ہے اس لئے کہ سید نذیر حسین صاحب نے مکہ معظمہ
میں ایک خلق خدا کے سامنے غیر مقلدیت سے سید عثمان نوری باشا کے روبرو توبہ کی اور توبہ
نامہ سلطانی مطبع میں چھپ کر شائع ہوا اور اسی لئے قید سے رہائی ہوئی مگر حجاج کا قافلہ حج
کے بعد زیارت مدینہ منورہ کے روانہ ہو کر دو ایک منزل طے کر چکا تھا سید صاحب نے سید
عثمان باشا سے کہا مجھے راہداری کا پروانہ دیجئے میں توبہ کر چکا ہوں تا کہ غیر مقلد سمجھ کر لوگ
مجھ پر زیادتی نہ کریں اور سواری کا بھی قافلہ تک بندوبست کر دیجئے اس رحمدل سید عثمان باشا
نے پروانہ بھی دیا کہ جس کا فوٹو حضرات غیر مقلدین اصلی واقعہ کی تکذیب کے لئے
دکھلا رہے ہیں اور سواری کا سامان کر کے قافلہ تک پہنچا دیا مگر پھر نہ جانے سید صاحب کو کیا
خوف پیدا ہوا کہ مدینہ سے لوٹ کر مکہ معظمہ میں عمرہ تمام کرنے بھی نہ آئے پوشیدہ طور پر
جدہ سے سوار ہو کر ہند میں تشریف لائے سید صاحب سے مجھے امید نہیں کہ اس واقعہ کا جو
بیت اللہ میں ایک جہان کے روبرو ہوا اس کا انکار کریں گے مگر نفسانی خواہشات سے یہ
جماعت اس بات کو جھوٹ لانے میں کوشش کرتی ہے اور جس قدر کوشش کی اسی قدر
اخبارات و تحریرات و آئندو رond کے وسائل سے اس کی تحقیق ہوئی فاضل مخاطب مولوی سید

نذیر حسین صاحب کا کوئی انکاری کاغذ کہ جس پر اس کے دستخط اور مہر ہو تو پیش کریں۔
اب ناظرین آپ خود موازنہ کر سکتے ہیں کہ آپ حضرات استاذ سے پھر گئے یا یہ ناچیز پھر گیا ہے؟

جواب از جانب اہل سنت:

استاذ الاساتذہ حضرت حاجی محمد اسحٰق صاحبؒ کہ جن کے علم اور تقوے کے آگے ان کے شاگرد کچھ بھی وزن نہیں رکھتے مقلد حنفی المذہب تھے اور ان کے استاذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ خاتم المحدثین والمفسرین بھی حنفی تھے اور ان کے استاذ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی حنفی تھے اب نہیں معلوم کہ استاذوں سے کون پھرا ہوا ہے؟

اب میں تقریر تمام کرتا ہوں اور معزز ثالثوں سے حکم سننے کا مشتاق ہوں، اور اپنے فاضل مخاطب مولوی عبدالعزیز صاحب کے کرم و اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ اگر کوئی بات بشریت سے خلاف ادب مجھ ناچیز سے صادر ہوئی ہو اور کوئی کلمہ سخت زبان سے نکل گیا ہو تو معاف فرمائیں گے اور دعا کرتا ہوں (تمام مجلس نے بھی ہاتھ اٹھالئے) کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو باہمی اتفاق عطا کرے اور اسلام کی بچی برکتیں جو اتفاق سے حاصل ہوتی ہیں ان سے ہم کو مشرف فرماوے، اور ہمارے بھائیوں کی سمجھ درست کردے اور ان کے دل سے ہٹ دھرمی اور تعصب کو دور کردے تاکہ ہم اور وہ مل کر اسلامی کام کرنے پر آمادہ ہوویں اور اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے آمین آمین (سب نے آمین کہی)۔

ثالثوں نے کہا تقلید کے بغیر چارہ نہیں:

اس کے بعد ثالثوں نے کہہ دیا کہ تقلید کے بغیر چارہ نہیں اسلام کے دلائل اس کو ضروری بتا رہے ہیں، مگر فیصلہ کئی روز بعد میں لکھ کر دیں گے۔ بیکنٹھ بابو ثالث کھڑے

ہوئے اور دونوں سپیکروں کی خوش بیانی کی تعریف کی اور مذہب اسلام کی بیداری علامت ہے کہ ذرا سی بات پر کس مستعدی کے ساتھ دو عالموں نے عمدگی سے بحث کی اور یہ بھی کہا کہ میرے نزدیک فریقین میں کوئی ایسا وزنی اختلاف نہیں جس سے وہ دو جماعتوں میں منقسم ہو جائیں اور باہمی رنجش کو ظاہر کیا جائے۔

نواب مرشد آباد کے داروغہ کے اشعار اور غیر مقلدین کا فرار:

اس کے بعد نواب مرشد آباد کے داروغہ کتب خانہ کھڑے ہوئے اور کہا پانچ منٹ مجھے بھی دیے جائیں کہ میں کچھ اشعار بنا کر لایا ہوں ان کو سنانا چاہتا ہوں، فریق ثانی نے عذر کیا کہ مناظرہ تمام ہو گیا یہ کوئی فریق نہیں، اس نے کہا مجھے مناظرہ سے کیا غرض؟ آخر اجازت ہوئی، واقعی آبدار اشعار تھے جن میں ائمۂ مجتہدین کی مدح اور تقلید کی ضرورت اور بڑے بڑے اولیاء کرام و علماء عظام کا مقلد ہونا ظاہر کیا تھا، اور آخر کے اشعار میں مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب کی خوش بیانی اور پر تاثیر تقریر کی مدح اور فتحیابی کی خوشی تھی، قصیدہ کے ختم پر بڑے زور سے چیرز ہوا اور نعرۂ خوشی بلند ہوا کہ میدان گونج گیا مگر ہنوز قصیدہ تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرات غیر مقلدین فرار ہو گئے۔

مجلس برخاست ہوئی:

حضرات غیر مقلدین کچھ تو اسی وقت، کچھ بعد میں شام کو، بالآخر صبح تک سب فرار ہو گئے، تمام بازاروں اور زن و مرد ہندو و مسلمانوں میں شہرت ہو گئی کہ وہابی ہارے، وہابی ہارے۔ اس فریق کے لوگ دو روز تک فیصلہ کے انتظار میں ٹھہرے رہے جب کہا ابھی فرصت نہیں تب شام کو چلے۔ ہم اور مولانا مرشد آباد میں ٹھہر گئے کیونکہ وہاں کے عمائد بہت مشتاق تھے بڑے اخلاق سے ملے دعوتیں کیں جمعہ کو وعظ بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ نواب

مرشد آباد کی کوٹھی جو عجائبات ہند میں سے ہے اس کی سیر کرائی آخر بہت کو مشتاق اور دعوتوں کو نامنظور کر کے ریل پر سوار ہوئے۔ اسٹیشن پر بہت سے بنگالی دیکھنے آئے تھے کہ یہ وہی مولوی صاحب ہیں کہ جنہوں نے وہابیوں کو شکست دی۔

پٹنہ آئے میر حامد حسین صاحب، رئیس سکریچہ کے ہاں مقیم ہوئے مناظرہ کا بیان سننے کو قاضی رضا حسین صاحب مرحوم وغیرہ بہت لوگ مشتاق تھے اور تاسف کیا کہ جاتے وقت ہم کو بھی اطلاع ہوتی تو ضرور شریک ہو کر سب گفتگو سنتے۔

میر فضل الرحمٰن کے ہاں مولانا عبدالحق کی دعوت:

اگلے روز میر فضل الرحمٰن سب میونسپل کمشنر نے جو ایک رئیس ہیں، مولانا کی دعوت کی اور عصر ہی کے وقت سے قاضی صاحب لے گئے اس مجلس میں عمائد پٹنہ تھے اور فریق ثانی کے بڑے مولوی علیم الدین حسین صاحب و شمس العلماء سید مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ اور ادھر سے ملا کمال صاحب و مولوی محمد عظیم صاحب وغیرہ وغیرہ بہت لوگ تھے کھانے سے پیشتر قاضی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی اس بحث سننے کے مشتاق ہیں، مولانا نے بیان کیا بجز تسلیم کے فریق مخالف کو یہاں بھی چارہ نہ ہوا اور سامعین بڑے محظوظ ہوئے۔

ف: اس بات کا ثبوت کہ مولوی عبدالعزیز مغلوب ہوئے اور ثالثوں نے بھی مغلوبی تصور کر لی، مولوی سعید صاحب کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے قول: یہ کہو کہ آپ کا پردہ ڈھک گیا شکر مناؤ میں سچ کہتا ہوں۔ نصرۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۲۔ بابت شعبان ۱۳۰۵ھ صفحہ ۲۷، سطر ۱۱۔ یعنی ثالثوں نے فیصلہ نہیں لکھا جو آپ کا پردہ ڈھک گیا ورنہ خوب قلعی کھل جاتی۔

ابوالمنصور کی غلاظتیں:

جب ہم مرشد آباد ہی میں تھے، دہلی کے حضرات غیر مقلدین بھی اپنی کرتوت سے نہ چوکے، دہلی میں چند عرصے سے ایک شخص ابوالمنصور ہیں جو علوم رسمیہ سے بھی واقف نہیں نہ چنداں صوم وصلوٰۃ کے پابند اور عقائد بھی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں، مولانا کے سخت دشمن اور بڑے حاسد تھے تفسیر حقانی کی وجہ سے کیونکہ اس کے فروغ ہونے سے ابوالمنصور سمجھے کہ میں جو امام فن مناظرہ اہل کتاب کہلاتا ہوں اور اس سے مجھے بہت کچھ دنیاوی فائدہ ہے، اس میں فرق آجائے گا اس لئے اس نے مولانا کی توہین اور مذمت بلکہ فحش گالیاں دینی اور جھوٹے سچے الزام لگا کر چھاپنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، چمار جلال خور اور کیا کیا ناگفتہ بہ الفاظ سے یاد کیا اور اس کے مطبوعہ کاغذ کہ جن میں مولانا کی توہین انہیں حضرات کے اشارہ سے درج تھی مرشد آباد میں کسی غیر مقلد کے پاس روانہ کی گئی تاکہ وہ لوگوں کو دکھائے اور مولانا کی خداداد عزت میں دور کے لوگوں کے نزدیک ان بدگوئیوں سے فرق آجائے اور بنظر حقارت دیکھنے لگیں مگر کیا ہوتا ہے چاند پر کوئی کیا خاک ڈال سکتا ہے:

اسی کے منہ پر گرتی ہم نے دیکھی　　اڑائی خاک جس نے آسماں پر

یہ پیر مرد کئی برس تک ایسے ایسے مضمون فرضی ناموں کے ذریعے سے چھاپ کر مولانا کو بدنام اور رسوا کرنے میں کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ جب مولانا کا سرکار نظام سے وظیفہ مقرر ہوا تو آتش حسد نے یہاں تک مجبور کیا کہ اپنے نصرت الاخبار میں ایک ایسا ناپاک مضمون چھاپا کہ جس کے ہر فقرہ میں فحش گالیاں اور جھوٹے الزامات تھے اور لوگوں کو وثوق دلانے کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ جو کوئی ہماری ان باتوں کو جھوٹا ثابت کردے تو ہم اس

کو پانچ ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔

عزیزوں دوستوں نے مجبور ہو کر مولانا کو عدالت کے سامنے چارہ جوئی کرنے پر مجبور کیا۔ پہلی ہی پیشی میں نصرت علی صاحب آپ کے فرزند کو تو ایسا غش آیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا باہر اٹھا کر لے گئے، پھر اندر لائے، دونوں صاحبوں نے حلفاً انکار کر دیا کہ نہ یہ مضمون ہم نے چھاپا نہ ہم نے لکھا۔ ابوالمنصور صاحب نے کہا مجھے اس کی خبر نہیں اور نہ مجھے مطبع سے کوئی تعلق ہے تو بیٹے نے کہا میں لاہور گیا ہوا تھا کسی نے میری غیبت میں یہ مضمون لکھ دیا۔ آخر ثبوت ہونے پر سو سو روپے جرمانہ اور ادا نہ کریں تو تین تین مہینے کی قید کی سزا ہوئی۔

غیر مقلدین کی بدمعاشیاں:

مگر غیر مقلدوں نے ان کے بچانے میں جھوٹی گواہیاں دے کر وہ کوشش کی کہ شاید و باید اور معافی دلانے میں بھی بہت کوشش کی۔

اب بھی کبھی کبھی وہ پرانے مہربان ان مطبوعہ کاغذوں کو ایسے مجالس میں کہ جہاں مولانا تشریف لے جاتے ہیں کسی معتبر غیر مقلد کے پاس روانہ کر دیتے ہیں۔ اب کے سال جو مولانا مونگیر کے جلسۂ انجمن کی طرف سے بلائے گئے اور وہاں مولانا کی تقریر کا بڑا اثر نمودار ہوا تو حکیم احمد اللہ خاں نے جو خفیہ غیر مقلد ہے، وہ کاغذات اور اشتہارات مخفی مخفی طور پر اس پرانے مہربان سے منگا کر تقسیم کرنے شروع کئے جس سے وہاں کے مسلمانوں کو حکیم پر بڑا جوش آیا۔ ان تدبیروں سے یہ حضرات اپنی کامیابی ڈھونڈا کرتے ہیں، جب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی ان کی زبان درازی اور بدگوئی سے نہ بچے تو پھر مولانا کی بدگوئی اور عیب جوئی کیا بات ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

صحیح بخاری اور مسلم اور ان کے راوی:

ف: صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راویوں کی بابت جو کچھ صرف تقریب التہذیب کتاب سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تخمیناً پونے دوسو وہ راوی ہیں کہ جن کی نسبت مدلّس، رمیؔ بالتشیع، رمیؔ بالقدر، سیؔء الحفظ وغیرہ سخت جرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کی تفصیل کتب اسماء الرجال میں موجود ہے۔

ف: التزام مذہب معین کی بابت ہمارے پاس بہت دلائل ہیں اگر کوئی باقاعدہ مناظرہ کرے تو ہم مستعد ہیں اور خود عقد الجید میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کچھ لکھا ہے اور تلفیق کو ممنوع ٹھہرادیا ہے جو التزام مذہب معین نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور نیز دین میں تلہی وتلعب پیدا ہوجاتا ہے خصوصاً اس کے لئے کہ جو دلائل میں نظر کرکے ترجیح دینے پر قادر نہ ہو پھر اس پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ ایک امام کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرکے ''یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا'' کا مصداق بنتا ہے۔ اور یہ جو کچھ کہتے ہیں کہ چاروں حق دائر ہے۔ اپنے امام کی نسبت صحت کا ظن غالب اور خطا کا مرجوح دوسرے کی طرف برعکس یہی حسن ظن ہے کہ جو اس کو التزام پر مجبور کررہا ہے اور اس میں ''المجتهد قد یخطی و یصیب'' پر بھی عمل ہوگیا۔ ''واللہ الہادی''۔

اجتہاد کی شرائط:

ف: ''قال ابن قیم فی اعلام الموقعین: لا یجوز لاحد ان یاخذ من الکتاب و السنة ما لم یجتمع فیه شروط الاجتهاد و من جمیع العلوم، انتهیٰ'' کہ کسی کو جائز نہیں کتاب وسنت سے کچھ لیوے جب تک کہ اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ

ہوں اور ہر قسم کا علم نہ ہو، یعنی صرف ونحو، لغت، محاورات، محکم و متشابہ، ناسخ ومنسوخ کا علم صحابہؓ وتابعینؒ کے اقوال نہ جانے، مطلب یہ کہ کتاب وسنت سے استدلال خاص مجتہد کی شان ہے اور جس کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو اس پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔ اور اسی پر جمہور ائمۂ اسلام کا اتفاق ہے سلف سے خلف تک، جیسا کہ صواعق الٰہیہ میں علامہ سلیمان ابن عبدالوہاب نے ابن تیمیہ وابن القیم وغیرہا سے نقل کیا ہے پھر آج کل کے مولویوں اور ان کے جاہل مریدوں کو کب جائز ہے کہ کتب حدیث اور ان کے ترجم سے آپ مطالب حاصل کریں، حالانکہ ان میں شروط اجتہاد میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی، اپنے فہم کا نام عمل بالحدیث رکھ کر جمہور اہل اسلام وعلماء کرام وائمۂ عظام کی تکفیر وتفسیق وتجہیل پر زبانیں کھول دیں: "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ اور تعجب ہے کہ ان میں سے عقلاء نے اس بات کو کیونکر جائز رکھا حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ کتب حدیث میں ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں، صحیح، ضعیف، مرسل، مسند، منسوخ، غیر منسوخ اور نیز ان کے معارض بھی احادیث انہیں کتابوں میں اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں جن میں باہم محاکمہ کرنا ہر ایک مولوی صاحب کا کام نہیں۔ پھر ہر ایک کو شتر بے مہار بنانے سے بجز بربادی مذہب کے اور کیا تصور کیا جائے؟ خدا تعالیٰ ہدایت اور فہم سلیم عطا کرے، آمین۔............ابو محمد عبدالحق

تقریظ و تاریخ رسالہ مناظرۂ مرشد آباد

از تصنیف خاکسار ناصر الاسلام محمد شفیع ناصرؔ رامپوری عفا عنہ

ادب زکلکم نیاز دارد۔ وفا زمن امتیاز دارد بصد رگ سنگ ناز دارد۔ خطے کہ بربادی نگارم
برون زگرد نمودم اما۔ زاسم دارم غم مسمّٰی ہنوز نقشے زبان عنقا۔ بصفحۂ یاد می نگارم

ستائش و نیائش سزاوار ذاتے ست کہ بذاتیات عالم امکان از کوائف عنصر عناصر برشاخسار بسیط و مرکب رنگ تقلید امکانی را بہ نیرنگ رنگارنگ توحید چون شاہد نو بہار ہویدا ساختہ۔ وشبستان کائنات را از مصباح نور محمدی ﷺ رونق افزون دادہ۔ و مطلع خورشید مصطفوی را مقطع انوار و برکات ازلی وابدی ساختہ۔ آل و اصحاب اور اسر دفتر دیوان ہدایت وارشاد فرمودہ۔ وامت اورا بہ آیۂ ''کنتم خیر امۃ'' صاد نمودہ۔ ناصرؔ: زہے مکین کہ لا مکان ست و بے نشانے مکانش، بس ست مشکل کند بکاخش کمند وہم و گمان رسائی۔ اما بعد ناصرؔ آشفتہ سر برشتہ جگر صید فتراک سخن حنفی المذہب صابری المشرب انصاری النسب بخدمت واقفان رموز علم وفن و کاشفان غوامض نو وکہن ہا و مبصران علوم عقلیہ ونقلیہ و ماہران فنون سربیہ و جہریہ ملتمس ست کہ درین ایام ہدایت التیام بعنایات رب العباد و مناظرۂ مرشد آباد کہ زبان زد امصار و بلا دست حلیۂ طبع پوشیدہ و در رشاقت الفاظ و نزاکت معانی وجودت کلام و لطافت مبانی بے نظیر و لاثانی ست مصنفش صاحب السجیۃ الرضیۃ و السجیحۃ المرضیۃ عین الفصاحۃ و الذلاقۃ غین البلاغۃ و اللبابۃ، الغیم الھامر و المزمن الماطر، البحر الزاخر و الحبر الماھر، الغطریف الھمام و العریف السمسام، العالم العلامۃ و الفاضل الفھامۃ، مولانا بالفضل اولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی لازالت عیون افادتہ ذارقۃ، و ینابیع فیوضانہ

سالۃ، اسس بنیانھا بدلائل لمیۃ، و شید ارکانھا ببراھین رکنیۃ۔ اگر وحدت پرستان ملت محمدی محو سجدۂ شکریہ واجب الوجود شوند زیباست کہ گرد کدورت ظلمات طبائع غیر مقلدین از آب مصفائے آب حیات تقلید چنان رد بصفا آوردہ کہ صورتا بچشم تماشائیان صورت پرستی تماشائے شوخئے بزم آرائی و گرما گرمی حسن گلوسوز محفل زیبائی پیدا است۔ ومعنا بدیدۂ دور بینان گلشن ایجاد کہ بچشم عبرت شاہدہ کردہ گل را خار و خار را گل میگویند بوقلمونی چرخ دوار و نیرنگی انقلاب زمانۂ ناہنجار بلوح بے ثباتی ہویدا است: زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم، کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست۔ الحق ان ھذہ الرسالۃ لا یاتیھا الباطل و من بین یدیھا و لا من خلفھا، و ما رأیت فی عمری کنحوھا، لا من قبلھا و لا من بعدھا : و باللہ ما رأیت کمثلہ، کتاباً مفیداً کاشفاً للحقائق۔ دارائے جہان بعمر مصنف برکت دہادو باعزت وحرمت سلامت داراد۔ وسراسیمگان وادیۂ ضلالت را از مطالعہ این رسالہ بجادۂ مستقیم ثابت قدمی مرحمت کناد: این دعا از من و دز جملہ جہان آمین باد۔

اللھم انفعنی بھا و سائر المسلمین

بحرمۃ خاتم النبیین علیہ الف الف صلوۃ رب العالمین

تاریخ طبع کہ از ملہم غیبی بلوح قلمم الہام شدہ بزبان پارسی و اردو می نگارم۔

مسائل غیر مقلدین

کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں

اس کتاب میں غیر مقلدین حضرات کے اس پر شور دعوی کو نہایت مدلل انداز میں چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم "اہل حدیث" ہیں اور ہمارا عمل تمام سنتوں اور تمام صحیح احادیث پر ہوتا ہے اور ہم دینی اور شرعی مسائل کے اختیار کرنے میں سلف کے طریقہ پر ہیں

تالیف

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

تزئین ونظر ثانی

مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب

مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

ناشر

درخواستی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی